وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القرآن)

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے!

جلد 10	شمارہ 07	شوال 1437ھ	جولائی 2016ء

ISSN 2305-6231

ماہنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حافظ مختار احمد گوندل

پروفیسر خلیل الرحمٰن

محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون ونگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین وگرافکس: جواد عمر

قانونی مشاورت:

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرِتعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندرونِ ملک 400 روپے، قیمت فی شمارہ 40 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	بسلسلہ تحفظ حقوقِ نسواں بل	انجینئر مختار فاروقی	12
5	مقدمہ سیرۃ امام المرسلین ﷺ سلسلہ وار 5	ساجد محمود مسلم	30
6	رمضان المبارک اور دُعا	شیخ عمر فاروق	44
7	احکامِ عید الفطر		48
8	علامہ اقبال، اکابر علماءِ حق اور قادیانیت	محمد سہیل باوا	51
9	قانون اور حقوقِ نسواں	محمد دین جوہر	57
10	تبصرہ و تعارف کتب		61

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ والتین آیات 8 ، رکوع 1

اس سورۂ مبارکہ میں یہ بات بیان کی گئی کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی شخصیت کے اعتبار سے اس بات کا ثبوت ہیں کہ نوعِ انسانی کو بہترین ساخت، اعلیٰ فطرت اور برتر صلاحیتیں دے کر پیدا کیا گیا ہے۔اس کے بعد کچھ انسان تو کفر و معصیت کی راہ اختیار کر کے اس خداداد بہترین ساخت کو برباد کر دیتے ہیں اور نتیجتاً اسفل السافلین میں پہنچا دیے جاتے ہیں اور کچھ انسان ایمان اور عمل صالح کی راہ اختیار کر کے اپنی فطرت پر قائم رہتے ہیں اور بالآخر بے انتہا اجر پاتے ہیں۔ جب انسانوں میں یہ مختلف قسمیں پائی جاتی ہیں تو عدل کا تقاضا ہے کہ جو بھی حاکم ہو وہ انصاف کرے اور جزا و سزا دے تو اللہ تعالیٰ جو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے، وہ کیسے انصاف نہیں کرے گا۔

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَ التِّيۡنِ وَ الزَّيۡتُوۡنِ ۙ

انجیر کی قسم اور زیتون کی

وَ طُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ ۙ

اور طورِ سینین کی

وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ O

اور اس امن والے شہر کی

(گویا انجیر والے حضرت نوح علیہ السلام، زیتون والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، صاحبِ طور

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس مکہ شہر والے حضرت محمد ﷺ بطورِ ثبوت سامنے رہیں)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ O

کہ ہم نے انسان کو بہت اعلیٰ فطرت و ساخت میں پیدا کیا ہے

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ O

پھر (بے عملی و بدعملی کی وجہ سے) اس (کی حالت)

کو (بدل کر) پست سے پست کر دیا

اِلَّا الَّذِيْنَ

سوائے ان لوگوں کے جو

اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ O

ان کے لیے بے انتہا اجر ہے

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ O

پھر تو اس کے پیچھے کیوں جھٹلائے بدلہ ملنے کو

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ O

کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے؟

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ (ترمذی، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

بے شک جس کے سینے میں قرآن کا کچھ حصہ نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی افْتَرَضَ صَوْمَ رَمَضَانَ وَسَنَنْتُ لَکُمَ قِیَامَہُ، فَمَنْ صَامَہُ و قَامَہٗ اِیْمَانًا وَاحْتِسَابًا وَیَقِیْنًا، کَانَ کَفَّارَۃً لِمَا مَضٰی

(بیہقی، عن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ)

بے شک اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو سنت قرار دیا ہے۔ لہٰذا جو شخص ایمان، احتساب اور یقین کرتے ہوئے اس مہینے کے روزے رکھے گا اور قیام کرے گا یہ اس کے سابقہ تمام گناہوں کے لیے کفارہ ہوگا۔

الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ

چند شیطانی منصوبے
اور اُن کا تریاق

انجینئر مختار فاروقی

1۔ تحفظ حقوقِ نسواں بل 2016ء

ہمارے نزدیک اس 'متنازعہ' بل کے بارے میں اس بل کی ضرورت کا احساس کیسے؟ کسے؟ کب؟ کہاں اور کیوں ہوا ہے؟ کے مراحل کے علاوہ اس بل کی DRAFTING، ایوان میں پیش کیا جانا، اس پر ووٹنگ اور عجلت میں منظوری کے حیران کن پہلوؤں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تب بھی اس قانون میں گھریلو معاملات کو پہلے مرحلہ میں ہی یکسر 'پولیس' کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ یہ اقدام FAMILY LIFE کے تقدّس کے منافی ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ اس بل سے پہلے منبر و محراب سے، ابتدائی تعلیمی نصاب میں مثبت تبدیلیاں کرکے، خاندان کے ادارہ کو مضبوط کرنے کے اقدامات کرکے، برادری، محلّہ اور یونین کی سطح پر پنچایت کا نظام قائم کرکے اور اخبارات و ٹی وی کے دینی پروگراموں (سرکاری ٹی وی اور غیر سرکاری تمام چینلز پر) کو PRIME ٹائم میں جگہ دے کر اس بل کے مقاصد کا عوامی شعور پیدا کرے اور فیملی لائف میں حسن سلوک، شوہر اور بیوی کی دینی اور اخلاقی ذمہ داریوں کے احساس کے علاوہ اولاد کی اسلامی تربیت کے پہلوؤں کی اہمیت واضح کرکے مسلمانانِ پاکستان کو ایک زندہ مسلمان قوم کے طور پر آئینی اور قرآنی تقاضوں کا نمونہ بنا دے۔ یہ ابتدائی کام ناگزیر ہے۔ اگر ہماری صوبائی حکومتیں اس مرحلہ سے کامیابی سے عہدہ برآ ہو جائیں تو مجھے یقین ہے کہ مسلمانوں کی شاندار روایات کے مطابق

’ہر مسلمان کی گھریلو زندگی‘ ایک مثالی زندگی بن جائے گی اور اوّلاً تو ایسے غیر فطری قسم کے ’بل‘ کی ضرورت ہی نہیں رہے گی اور اگر ضرورت داعی ہو تو حکومت بخوشی رجالِ دین اور اپنے پسند کے دینی علماء کے ذریعے ہی کوئی ضروری بل DRAFT کروا کر پاس کرواسکتی ہے جوان شاء اللہ مفید مطلب ہوگا، اس سے معاشرتی سطح پر اسلامی تعلیمات کو فروغ ملے گا، خاندان کا ادارہ مضبوط ہوگا اور پاکستان کا معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جائے گا۔

2۔ سوشل انجینئرنگ__UNO کا ایک منصوبہ

قارئین کرام! اگر آپ اوپر درج عنوان سے لاعلمی محسوس کریں تو یہی الفاظ انٹرنیٹ پر تلاش کریں اور پڑھیں۔

ہر انسانی معاشرہ کی اپنی نفسیات ہے تاہم بنیادی انسانی اقدار بنی نوعِ انسان کی مشترکہ متاع ہے۔ UNO نے گزشتہ 70 سالوں میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے نتیجے میں SOCIAL STUDIES کے عنوان سے جو معلومات روئے ارضی کے تمام انسانی قبائل، معاشروں، ملکوں، ریاستوں اور مذاہب کے بارے میں پائی جاتی ہیں ان کو یکجا کر کے تحقیق وجستجو کا موضوع بنایا تھا پھر ان معلومات کو SOCIAL SCIENCES کا نام دیا۔ اس عنوان سے یہ تو ظاہر ہے کہ سائنس کے اٹل اور اَنمٹ اصولوں کی طرح انسانی معاشرتی اقدار بھی اٹل ہیں۔ (قارئین ذرا غور فرمائیں کہ انسانی ضمیر میں جو تعقّل اور منطق موجود ہے وہ بھی حتمی ہے اسی لیے انگریزی زبان کے ذخیرۂ الفاظ میں بھی ضمیر کے لیے CON-SCIENCE کے لفظ میں سائنس کا لفظ پوشیدہ ہے اور CON ایک سابقہ ہے۔) UNO کے تحت اب دو دہائیوں سے ان سوشل سائنسز کو اپنے ابلیسی منصوبوں کے تحت تبدیل کرنے کا ایک منصوبہ شروع کیا ہے اور ضمیر انسانی میں جو اٹل انسانی اقدار (HUMAN VALUES) موجود ہیں اور یہ انسانیت کا مشرق ومغرب کے معاشروں میں مشترکہ سرمایہ اور ’متاعِ عزیز‘ ہیں، کو تبدیل کر کے انسان کو خدا پرستی کے تصور سے سیکولر اور پھر ہر پابندی اور اخلاقی قدروں کی بندھنوں سے آزاد یعنی LIBERAL بنانے کا کام اس عالمی ادارہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے اس انسان دشمن، اَخلاق دشمن اور حیا سوز واخلاق سوز کام کو SOCIAL ENGINEERING کا نام دیا ہے۔ اب بے حیائی ایک LABOUR اور

پیشہ ہے اور PROSTITUTION باعزت اصطلاح ہے اور PROSTITUTES مرد وخواتین اب اس پیشے کے WORKERS ہیں جن کے دیگر شعبوں کے ملازمین کی طرح بہت سارے حقوق ہیں جن کا تحفظ بھی UNO نے از راہِ انسانی ہمدردی اپنے ذِمہ لے لیا ہے اور اس میں پیش رفت جاری ہے۔

3۔ مساواتِ مردوزن، آزادیٔ نسواں اور UNO

UNO کا ادارہ کسی ایسے نامعلوم مافیا کے تحت کام کر رہا ہے کہ جس کے بارے میں یہ کہنا یقیناً جہالت کے زمرے میں آئے گا کہ اس ادارے کے اپنے کوئی مقاصد ہیں کہ بلکہ اس ادارے کے اعصاب پر ایک عالمی مافیا سوار ہے اور اس مافیا کے تمام مقاصد خدا بیزار، وحی بیزار، پیغمبر دشمن (بشمول حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام) اور ہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سبوتاژ کرنا اس مافیا کے نزدیک سب سے اہم SELF ASSIGNED ذِمہ داری ہے اور اس ادارے کی ہر تحقیق و جستجو کا مظہر اور ہر مہم کا عرُوج یہی ہے کہ پیغمبر اسلام، آخری وحی قرآن مجید، مسلمانوں کا تہذیبی و ثقافتی سرمایہ اور فیملی لاز (FAMILY LAWS) ومعاشرتی اقدار کو بے مقصد اور متنازعہ ظاہر کیا جائے۔ اس اہم کام کے لیے اس نے نصف صدی پہلے کام کا آغاز کیا تھا جب امریکی معاشرے میں تعلیمی اصطلاحات کے ذریعے نصابِ تعلیم تبدیل کر کے تعلیم کا مقصد ایسے انسان تیار کرنا تھا جو VALUELESS اور MORALLESS، انسان نما حیوان ہوں اس مشن کے تحت دو اہم کانفرنسیں 1995ء اور 2000ء میں ہوئی تھیں اور ہر پانچ سال بعد اس ضمن میں اپنی پیش رفت پر علامہ اقبال کی 'ابلیس کی مجلس شوریٰ' نظم کی طرح کی عالمی سطح کی کانفرنسیں تسلسل سے ہو رہی ہیں۔

BEIGING+15 کانفرنس گزشتہ سال فروری 2015ء میں نیویارک میں ہوئی تھی۔ اس پروگرام کے تحت منصوبہ یہ ہے کہ BEIGING+30 یعنی 2030ء تک UNO اپنے تمام ممبر ممالک میں مردوزن کی مساوات کے قوانین کو منوا کر ان پر عمل درآمد کروا چکا ہوگا یعنی یونین کونسل سے لے کر کسی ملک کی پارلیمنٹ اور سینٹ تک عورتوں کی نمائندگی لازماً 50% ہو جائے گی۔ سرکاری ملازمتوں اور تجارتی کارپوریشنوں میں بھی ملازمین کی تعداد مردوزن کی برابری کے

اصول پر ہوگی اور EXECUTIVE کلاس میں بھی، تجارت ہو یا سیاست، خواتین کی تعداد زیادہ نہیں تو 50% ضرور ہوگی۔ (افسوس اس بات کا ہے پاکستان نے اس ضمن میں UNO کے مطالبات قبول کر کے عمل کر لیا ہے اور خواتین کو بھی سربراہان بنانے کا ٹارگٹ 20 سال پہلے حاصل کر لیا جبکہ امریکہ نے یہ ٹارگٹ ابھی تک حاصل نہیں کیا ہے۔ اسلام سے بے وفائی اور مغرب اور مغربی آقاؤں سے وفاداری بشرطِ استواری اِسی کا نام ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

4۔ GENETIC ENGINEERING اور UNO

خالق کائنات نے انسان کو پیدا فرمایا ہے اور انسان اس کائنات میں سب سے اعلیٰ مخلوق ہے اور اشرف المخلوقت کہلاتا ہے اس انسان کی تخلیقی صلاحیتوں میں تمام آسمانی مذاہب اور تمام قدیم انسانی معاشروں کے مطابق، شعور ذات کے ساتھ، ربِّ کائنات کا شعور، اس سے محبت کا ایک جذبہ، نیکی بدی کی تمیز کے ساتھ ساتھ شرم وحیا، عفت وعصمت، سچائی، امانت ودیانت پاکیزگی اور انسانی ہمدردی کے داعیات موجود ہیں۔ آج انسان نے سائنسی ترقی کے نتیجے میں جس کمال کو حاصل کر لیا ہے اور MICRO سطح پر علم جس انتہا تک پہنچ گیا ہے اس کے نتیجے میں انسانی تخلیق کے مراحل میں پوشیدہ حقائق اور عوامل کو پہلے GENETICS کا نام دیا گیا اور پھر ان عوامل کو اپنی مرضی سے تبدیل کرنے کے عمل کا آغاز ہوا اور اس شعبہ کا نام اب GENETIC ENGINEERING ہے کہ جس کے تحت تخلیق انسانی کے مراحل میں انسان کے DNA میں ایسی تبدیلیاں کر دی جائیں کہ انسان کی نفسیات کو تبدیل کر دیا جائے اور اخلاقی پہلو کو ELIMINATE کر دیا جائے تاکہ انسانی شکل میں ایک مکمل حیوان باقی رہ جائے اور انسان اپنی روح، اخلاقی اقدار اور REALITY یعنی ’’اللّٰہ‘‘ کی اصطلاحات سے (جانوروں سے بھی بدتر ہو کر) نامانوس ہو جائے۔ (واضح رہے کہ قرآن مجید بھی کہتا ہے کہ جو انسان خدا، وحی اور ضمیر کا انکار کر دے وہ انسان نہیں انسانی شکل میں جانور ہے بلکہ جانوروں سے بھی بدتر۔ اور یہ قرآنی تعلیمات اتنی فطری اور بدیہی ہیں کہ عام انسانی معاشرہ میں بھی جب دو آدمی اُلجھ پڑیں اور کوئی ایک بدتمیزی اور بدزبانی پر اُتر آئے تو دوسرا کہتا ہے کہ انسان بنو حیوان نہ بنو)۔

یوں ـــــ اس معاشرہ کو عالمی مافیا ایک حیوانوں کی دنیا بنا کر ملٹی نیشنلز کے ذریعے

فاسٹ فوڈ، ریڈی میڈ گارمنٹس، جنسی خواہشات کی تکمیل اور بس کام کیلئے ایسے افراد تیار کرنے میں کامیاب ہورہا ہے جو اپنے حقوق اور عدل وانصاف کی اصطلاحات اور تصوّرات سے بھی یکسر نا آشنا ہوں اور روئے ارضی پر حیوانی معاشرے کا راج ہو، جو اپنی حیوانی جبلّتوں کے تحت ہی کام کر رہے ہوں۔

5۔ نیو ورلڈ آرڈر، یہودی پروٹوکالز اور UNO

سوشل انجینئرنگ، مساواتِ مردوزن، WOMENLIB، سیکولرازم، لبرل ازم اور انسانی اقدار کا خاتمہ جیسے عنوانات اوپر مذکور ہیں اور UNO کے پروگرام میں شامل ہیں (جس کے لیے پاکستان بھی ایک معقول رقم UNO کی ممبرشپ کی فیس کے طور پر دیتا ہے اور اسلامی دنیا بھی) حالانکہ UNO کا ادارہ عالمی یہودی ریاست کے قیام کا ایک دوسرا عنوان ہے یا CAMEOUFLAGED عنوان ہے تاکہ دنیا کے عام ممالک کے حکمرانوں اور عوام کو اندھیرے میں رکھا جاسکے۔ (ہم نے حکمت بالغہ کے شمارہ ستمبر / اکتوبر 2014ء کے صفحات میں 'نیو ورلڈ آرڈر' کے نام سے ایک مضمون شائع کیا تھا۔ معلومات کو تازہ کرنے کے لیے اس مضمون کو دوبارہ دیکھ لیا جائے)

6۔ UNO کے ان مسموم پروگراموں کا تریاق _ قرآن مجید

ضرورت اس امر کی ہے کہ عالمِ اسلام کے مسلمان بالعموم اور پاکستان کے مسلمان بالخصوص اس 'جہالت' سے نکلیں اور آسمانی کتاب قرآن مجید کی روشنی میں اپنے دوست اور دشمن کو پہچانیں۔

مسلمانانِ پاکستان پر اللہ تعالیٰ نے خصوصی احسان فرمایا اور عالمی یہودی مافیا اور اس کے تحت تمام اداروں، اس کے PAID سیاست دانوں اور صف اوّل کی اسرائیل نواز ریاستوں کی پہچان کے لیے قرآن مجید کے مطالعے اور سمجھ کر پڑھنے کی طرف یوں رہنمائی فرمائی کہ 14 اگست 1947ء کو رات بارہ بجے (13 اور 14 اگست کی درمیانی شب) جب ریڈیو سے اعلان ہوا کہ 'یہ ریڈیو پاکستان ہے' تو یہ شب 'شب قدر' یعنی لیلۃ القدر تھی۔ آزادی اور 27 ویں رمضان المبارک کی مبارک شب ـــــ اس قرانِ سعدین سے اس بات کی طرف بھی اشارہ تھا کہ 'اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ'

''ہم نے اس (قرآن مجید) کو لیلۃ القدر میں اتارا ہے'' ......اور

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَان

''رمضان کا مہینہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن مجید اتارا گیا جو تمام بنی نوع انسان کے لئے ہدایت کی واضح نشانیاں رکھتا ہے اور آسمانی و ابلیسی پروگراموں میں فرق واضح کرتا ہے''۔

گویا ہمارے ربّ نے مستقبل کے تمام فتنوں سے آگاہی کے لیے جو کتاب اُتاری ہے اس کے نزول کی شب کو 'قیامِ پاکستان کی شب' بنا دیا۔

7 ہماری آرزُو ہے کہ

غیر سرکاری سطح پر تمام مساجد میں رمضان المبارک کی 27 ویں شب کو قرآن مجید کے نزول، قیام پاکستان اور پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے باہمی مربوط تین حقیقتوں کا ایمان افروز 'بیان' ہو۔ تاکہ عوام میں یہ شعور اُبھرے کہ پاکستان اور قرآن ناقابل تقسیم وحدت ہیں۔

ان شاءاللہ اس طرح ہمارے ملک میں ملّی یکجہتی کو فروغ حاصل ہوگا، اختلافات کم ہوں گے، ملکی سیاست اور میڈیا میں سیکولرازم کی بجائے مذہبی جذبات کی آبیاری ہوگی اور ملت اسلامیہ پاکستان کے دینی اہداف کی صحیح نشاندہی ہوگی اور یہی عمل ہمارے آباء واجداد کی قیام پاکستان کے لیے قربانیوں کا اعتراف بھی ہوگا اور ان کی روحوں کو سکون بخشنے کا ذریعے بھی۔ ان شاءاللہ۔

بسلسلہ تحفظ حقوقِ نسواں بل

انجینئر مختار فاروقی

1۔ انسان ایک معاشرتی حیوان

☆ انسان رُوح اور جسد کے مجموعے کا نام ہے۔ ’جسد‘ اور اس کے تقاضوں کے اعتبار سے انسان کے اندر ایک حیوان ضرور ’موجود‘ ہے اسی وجہ سے بعض اوقات انسان کو ’حیوانِ عاقل‘، ’حیوانِ ناطق‘ یا ’معاشرتی حیوان‘ (یعنی مل جل کر رہنے والا) کہا جاتا ہے۔

☆ انسان کے مل جل کر رہنے کی عادت کی وجہ سے کنبہ، خاندان، برادری، قبیلہ، معاشرہ اور ریاست وجود میں آتی ہے۔ اس انسانی خوبی کی بنیاد پر ہی ہر انسان کی زندگی کے کچھ انفرادی گوشے ہیں اور بعض معاملات اجتماعی زندگی (COLLECTIVE LEVEL) کہلاتے ہیں۔

انسان کی اِسی معاشرتی زندگی کی وجہ سے بعض رویّوں کی تحقیق و جستجو کے نتیجے میں کئی ’علوم‘ وجود میں آ چکے ہیں ان کا مجموعی نام سوشل سٹڈیز یا زیادہ صحیح الفاظ میں SOCIAL SCIENCES قرار پایا ہے۔

☆ انسان کے طرزِ بود و باش، جغرافیہ، موسم اور ماحول کے اختلافات کے اثرات انسان کے رویّوں پر بھی پڑتے ہیں۔ اس سے انسان کی اجتماعی نفسیات وجود میں آتی ہے۔ افراد کی نفسیات کے تقاضے علیحدہ ہیں جبکہ اجتماعی نفسیات کے تقاضے الگ ہیں۔ قومی نفسیات، برادری کی نفسیات اور قبیلوں کی نفسیات اس کی مثالیں ہیں۔

☆ اجتماعی نفسیات میں ایک اعلیٰ درجہ ریاست کی سطح پر بھی کسی ملک کے شہریوں کی نفسیات کا درجہ اعلیٰ ترین اور اہم درجہ ہے۔ ریاستیں چونکہ ایک تشخص رکھتی ہیں اور ریاستیں نظریاتی بھی ہوتی ہیں اور سیکولر بھی۔ لہٰذا ایک نظریاتی ریاست کی اجتماعی نفسیات ایک نظریاتی تشخص کی حامل ہوگی جبکہ سیکولر ریاست کی اجتماعی نفسیات سیکولر تشخص کی علمبردار ہوگی۔

2۔ انسانی معاشرت اور باہمی تنازعات

☆ انسانی معاشرت میں انفرادی سطح سے لے کر ریاست کی سطح تک مفادات کے ٹکراؤ، ظلم، ناانصافی اور باہمی اختلاط سے ایک دوسرے کی حق تلفی ہوتی ہے اور 'تنازعات' جنم لیتے رہتے ہیں۔ انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے، انسان میں ایک فطری داعیہ موجود ہے جس کی وجہ سے وہ ان تنازعات کو مناسب طریقے پر حل کرنے کی تگ ودو کر کے عدل وانصاف کی فراہمی یا کم ازکم سادہ تنازعات میں فریقین کی دلجوئی اور تالیف قلب کا سامان فراہم کرتا رہتا ہے۔

☆ کسی اجتماعیت کے مقتدر طبقات یا اشرافیہ یا آسُودہ حال طبقات کا یہ کڑا امتحان ہوتا ہے کہ وہ مختلف درجوں کے تنازعات کو ان کے پس منظر میں رکھ کر عقلمندی و دانش مندی سے تنازعات کے حل کی مخلصانہ کوشش کرے اور فریقین کی رنجشوں (GRIEVANCES) کو کوششوں سے ختم کرنے یا کم کرنے کا اہتمام کرے۔

☆ کسی ملک اور ریاست میں تنازعات کا بڑھ جانا اور ظلم اور حق تلفی کا عام ہوجانا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس ملک میں 'عدلیہ' کا ایک نظام ہو اور اس کے تحت مجرموں کو پکڑنے، تفتیش کرنے، جرم ثابت کرنے تک ان کو تحویل میں رکھنے، عندالضرورت عدالتوں میں پیش کرنے کا ایک نظام ہو۔ پھر کسی مجرم کو سزا ہوجانے کی صورت میں اس سزا پر عمل درآمد کرانے کا ایک مؤثر نظام موجود ہو نیز مظلوم فریق کے تحفظ اور مجرموں کی 'دست برد' اور زیادتیوں اور دھونس سے بچانے کا بھی ایک دیانتدارانہ مؤثر نظام موجود ہو۔

☆ تاریخ انسانی اس بات کی گواہ ہے کہ ایک کامیاب اور پائیدار اجتماعیت کے لیے ازحد ضروری ہے کہ وہ اجتماعیت باہمی تنازعات کے نمٹانے کے لیے مختلف درجوں میں رہنمائی اور فیصلے کے عام مواقع فراہم کرے اور اس عمل کو ریاستی سطح پر مکمل آئینی اور قانونی تحفّظ حاصل

ہو۔ یہ بات قابل تحسین ہے کہ ازمنہ قدیم سے اجتماعیت کی ابتدائی شکلوں کے تنازعات کے حل کے لیے رسمی اور غیر رسمی کئی فورم ملتے ہیں۔ مثلاً پنچایت کا نظام، برادری کی سطح پر باہمی تنازعات کے لیے جرگہ کا نظام، قبیلوں اور قوموں کے درمیان تنازعات کے حل کا ایک طریق کار (MECHANISM) بھی ضروری ہے حتیٰ کہ کسی ملک کے اندر صوبوں کے تنازعات کے لیے کسی فورم کا ہونا بھی ضروری ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔

☆ آج کے ترقی یافتہ دور میں بڑے بڑے تجارتی اور کاروباری اداروں، فوج، پولیس، سرکاری ملازمین وغیرہ کی شکایات کا ازالہ ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ نہیں بلکہ محکمانہ اور داخلی سطح کا ایک نظام ہونا ضروری ہے جو شکایات کا ازالہ کرے اور انصاف کو یقینی بنائے۔ انصاف صرف ہونا ہی نہیں چاہیے بلکہ مختلف سطحوں پر انسانوں کو انصاف ہوتا نظر آنا چاہیے۔ آج کی ملٹی نیشنل کمپنیوں میں دس ہزار، بیس ہزار سے لے کر ایک لاکھ دو لاکھ تک ملازمین ہوتے ہیں ان میں درجہ بندی ہے ایک کلرک سے لے کر ایگزیکٹو ڈائریکٹر تک عہدیدار ہوتے ہیں تاہم معمولی درجے کے تنازعات داخلی سطح پر مختلف فورمز پر ہی حل کر لیے جاتے ہیں۔

3 خاندانی زندگی (FAMILY LIFE)

☆ اوپر تذکرہ ہوا ہے کہ ہر انسانی معاشرہ میں انسانی سطح پر ہر انسان کی ایک انفرادی زندگی ہے اور دوسری اجتماعی زندگی ہے۔

انسانی زندگی — انفرادی زندگی

اجتماعی زندگی

آج مغرب کی بالادستی ہے اور مغربی اصطلاحات اور فکر ہی کا غلبہ ہے۔ مغربی اصطلاح RELIGION کا اُردو میں ترجمہ 'مذہب' کیا گیا اور یہی بالعموم مستعمل ہے حالانکہ اسلام ایک دین ہے۔ مغربی مفکرین کے نزدیک (یا سیکولرازم اور لبرل ازم کے علمبرداروں کے نزدیک) مذہب، عبادات اور رسومات انفرادی زندگی کا حصہ ہیں جبکہ کسی ملک اور معاشرے کا اجتماعی نظام چاہتا ہے کہ سماجی رویّے، معاشی پالیسیاں اور کمانے خرچ کرنے کے ضابطے ـــــ اور سیاسی معاملات یعنی حکومتوں کا بگاڑ اور بنانا اس کے ضابطے اور طریقے مذہب کی گرفت سے عاری

اور وقت کے چلن، زمانے کی ترقی کے ساتھ طے پائیں۔ (درحقیقت کسی اجتماعی نظام کے چلانے والے ہاتھ اجتماعی گرفت کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کے لیے اس سطح کے اصول و آداب (RULES OF THE GAME) اپنے ہاتھوں میں ہی رکھنا چاہتے ہیں تاکہ اقتدار پر معاشی وسیاسی گرفت ڈھیلی نہ پڑ جائے)۔خاندانی نظام کا ایک پہلو یقیناً مذہب سے متعلق ہوتا ہے اور اس طرح یہ شعبۂ زندگی انفرادی سطح پر رہنا چاہیے جبکہ ہر بالغ کی شادی سے دو خاندان اور قبیلے قریب آتے ہیں تو یہ معاملہ اجتماعی زندگی کا حصہ بننے کا متقاضی ہے۔اسلام میں مذہب حنفی اور مذہب شافعی وغیرہما کی اصطلاح مستعمل ہے جبکہ اسلام ایک دین ہونے کے ناطے زندگی کے انفرادی و اجتماعی تمام شعبوں پر حاوی ہونا چاہتا ہے۔اہل علم کے نزدیک خاندانی زندگی کا معاملہ انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی کے درمیان جگہ پاتا ہے اور وہ اسی کا مستحق ہے۔

قدیم آسمانی مذاہب،معاشرہ اور خاندانی نظام

دنیا میں زندگی گزارنے کے طریقے بعض اوقات کسی علاقے کے دانشور اور فلسفی حضرات نے طے کیے اور وسیع علاقوں میں مقبول ہوئے جبکہ تاریخ انسانی گواہ ہے کہ انسانوں کی عظیم اکثریت آسمانی مذاہب کی پیروکار رہی ہے کہ اصل ہدایت دینے والا اس کائنات کا رب اور مالک ہے اور اس خالق کائنات نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے انسانوں میں سے نبی اور رسول (PROPHETS & MESSENGERS) مبعوث فرمائے۔

جنوبی ایشیا کا ہندو مذہب اور چین کا کنفیوشس مذہب بالعموم فلسفیانہ مذاہب شمار ہوتے ہیں۔ یونانی فلاسفہ اور ایرانی فلاسفہ کے ماننے والے بھی اسی طرح فلسفیانہ بنیادوں پر کھڑے ہیں۔آسمانی مذاہب میں آج سب سے بڑا مذہب عیسائیت ہے اور تقریباً 225 کروڑ سے زیادہ افراد 'اقرار' کی حد تک عیسائیت کے پیروکار ہیں اور دوسرا مغربی مذہب یہودیّت ہے جس کی ماننے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں اور 'تورات' کتاب کے ماننے والے ہیں اور تعداد میں ایک کروڑ سے تین کروڑ تک ہیں۔ کچھ غیر اسرائیلی قومیں بھی یہود کے ساتھ الحاق رکھتی ہیں جو GOG اور MAGOG کہلاتے ہیں ان کو بھی شمار کرلیں تو یہود کے براہِ راست زیر اثر افراد کی تعداد 30-40 کروڑ ہو جائے گی۔

آسمانی ہدایت کو ماننے والا ایک بڑا طبقہ مسلمان کہلاتے ہیں جو قرآن مجید جیسی کتاب کو مانتے ہیں حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کے پیروکار ہیں اور یہ مسلمان LATEST آسمانی مذہب رکھتے ہیں اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ 1340 ق م کا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا 2000 سال قبل کا ہے۔ جبکہ ایرانی فلاسفہ، چینی فلاسفہ، ہندو فلاسفہ اور یونانی فلاسفہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے صدیوں پہلے کے ہیں۔

عیسائیت کے ساتھ اُن کے سرپرستوں اور دوستوں نے ہی یہ ظلم کیا، جس پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے، کہ مذہب اور ریاست کو الگ کر دیا گیا۔ ریاست کو چلانے کے لیے کسی مذہب نہیں بلکہ صرف رواج کا سہارا لیا جائے گا یا سائنسی تحقیق کا۔ آج کے ممالک میں مذہبی رہنما کہیں تو کوئی قانون سازی نہیں ہوتی جبکہ سائنسدان کہیں اور تحقیقی مقالہ جات لکھے جائیں تو اس کے مطابق فوراً پارلیمنٹ وغیرہ قانون سازی کر دیتے ہیں۔ گویا مغرب نے 'قانون بنانے' اور 'قانون دینے' کا خدائی اختیار سائنسدانوں کو دے دیا ہے اور بالواسطہ طور پر ملٹی نیشنلز کے ہاتھ میں آ گیا ہے جو بھاری بھاری رقوم خرچ کر کے تحقیقات کرتی رہتی ہیں اور اپنے شیطانی مقاصد حاسل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

ان آسمانی مذاہب اور فلسفیانہ مذاہب میں صرف اسلام کے پاس خاندانی نظام کے لیے ایک مدوّن تفصیلی نظام (CODED LAW) موجود ہے جو گزشتہ 1400 سال کے تجربے اور عصر حاضر کے تمام اخلاقی معاشرتی، سماجی اور انسانی تقاضے پورے کرنے کا اہل ہے جبکہ ____ عیسائیت پانچ صدیاں قبل اپنے قانون کی کمزوریوں کی بنا پر اجتماعی زندگی سے مذہب کو نکال کر صرف انفرادی سطح کی 'شئے' قرار دے چکی ہے۔ جبکہ یہودیت کی تعلیمات بھی آج انسانی زندگی کی رہنمائی کی اہلیت نہیں رکھتیں، بالفرض یہودیت کی مذہبی روایات آج کے اجتماعی مسائل اور خاندان کے اجتماعی پہلوؤں کی رہنمائی کر سکتیں تو یہودی جس طرح عالمی سطح پر معاشی غلبہ رکھتے ہیں وہ اس کو نافذ کر چکے ہوتے۔

گویا فلسفیانہ مذاہب ہوں یا عیسائیت و یہودیت ان کے پاس مذہب کے نام سے خاندانی معاملات سلجھانے کی اہلیت و قوت نہیں ہے تو اجتماعی زندگی کو پاکیزہ بنانے کا دعویٰ کیسے

کر سکتے ہیں۔ روئے ارضی پر اسلام واحد مذہب ہے جس کے پاس انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں کا مؤثر، قابل عمل اور انسان دوست، علم دوست اور اخلاق دوست ایک نظام موجود ہے۔

اسلامی خاندانی تعلیمات اور پاکستان

تمام عملی پہلوؤں پر نگاہ ڈالیں تو اسلام کی تعلیمات وہ واحد SOURCE ہے جو خاندانی سطح پر انسانوں کی رہنمائی کرسکتی ہیں اور انسانیت کے لیے امن وسکون کا ماحول فراہم کرسکتی ہیں۔ ملک پاکستان جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے برطانوی ظالم سامراج کی غلامی کے خلاف جدوجہد کر کے اسی لیے حاصل کیا تھا کہ یہاں مسلمان زندگی کے تمام شعبوں سمیت خاندانی نظام کے لحاظ سے بھی آسمانی ہدایت کی پیروی کرسکیں گے۔ پاکستان میں مسلمانوں کی تعداد 95% سے زیادہ ہے اور دنیا کی تمام جمہوری روایات اور اصولوں کے مطابق ان کو اپنے ملک میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر آسمانی ہدایت کا منبع (SOURCE) قرآن مجید اور اس کی واحد مستند تشریح جو پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے فرمائی ہے 'سنت رسول' کے عملی نفاذ کا حق حاصل ہے اور دنیا کو اس کا حق تسلیم کرنا چاہیے۔

اس حق کو تسلیم نہ کرنے کے راستے میں آج کی مغربی دنیا بالعموم اور اس کا سربراہ امریکہ حائل ہے اور دوسرا اسلام دشمن ادارہ اقوامِ متحدہ (UNITED NATIONS) کا ہے جو پانچ مستقل ارکان کے ذریعے چلایا جارہا ہے جو سب کے سب یہودیّت کے آلہ کار ہیں۔

یورپی اقوام کی بالادستی کے پیچھے اسلام دشمنی کے جذبات انگریزوں کے جنوبی ایشیا میں آنے، بنگال فتح کرنے، لارڈ میکالے کا اسلام دشمن نظامِ تعلیم رائج کرنے اور یورپی استعمار کے ہر اقدام سے ظاہر تھے مگر پاکستان کے بننے کے بعد امریکہ اور UNO کی دیدہ دلیری کے ساتھ مداخلت انسان دشمنی اور دھوکہ دہی کی تمام حدود پھلانگ چکی ہے۔

4 پاکستان میں خاندانی نظام کی اسلامائزیشن اور امریکہ

جیسے 1753ء سے 1947ء تک جدوجہد کر کے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے ظالم

یورپی سامراج برطانیہ سے آزادی حاصل کی تھی بعینہٖ اسی طرح 1492ء میں کولمبس کے امریکہ دریافت کرنے کے بعد برطانیہ نے امریکی سرزمین پر غاصبانہ قبضہ کرلیا۔اور بجاطور پر امریکی عوام نے جارج واشنگٹن اور دیگر رہنماؤں کی سرکردگی میں برطانوی ظالم سامراج سے جنگیں لڑکر آزادی حاصل کی اور 1776ء میں آج کے امریکہ کی بنیادیں رکھیں۔

اصولاً ہونا یہ چاہیے تھا کہ امریکہ برطانیہ دشمنی کے اشتراک کی وجہ سے پاکستان کے عوام کے حق آزادی کو تسلیم کرتا اور تمام انسانی اور جمہوری اصولوں کا پاس کرتے ہوئے پاکستان کے مسلمانوں کو اسلام کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کا موقع دیتا——— مگر افسوس کہ امریکہ بہادر کے 'دکھانے کے دانت' اور ہیں اور 'حقیقی دانت' اور ہیں۔ 1951ء میں پاکستان کے وزیراعظم کے دورۂ امریکہ کے بعد سے امریکہ پاکستان کا بھارت سے بھی بڑا دشمن بن کر سامنے آیا ہے اور حالات و واقعات گواہ ہیں کہ پاکستان میں نظریاتی سطح پر اُٹھنے والی ہر تحریک اور ہر جدوجہد کو امریکہ نے دبانے، DERAIL کرنے اور ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ایوب خان صاحب کے مارشل لا سے لے کر مشرف صاحب کے مارشل لا تک اور درمیان میں چند جمہوری حکومتوں کے دور سمیت امریکہ اور اس کے ادارے پاکستان میں مسلسل مداخلت کرتے آرہے ہیں اور صرف مداخلت ہی نہیں اپنی مرضی کی حکومتیں بنانے اور مخالفت پر حکومتیں گرانے کی ذمہ داری بھی امریکی اداروں نے اپنے ہاتھوں میں لے رکھی ہے۔ایوب خان صاحب کے سیکرٹری قدرت اللہ شہاب صاحب نے جیسا اپنی یادداشتوں کو 'شہاب نامہ' میں لکھا ہے وہ ہر پاکستانی کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔

5۔ پاکستان میں نظریاتی کامیابیوں (اسلامائزیشن) کی تاریخ اور UNO یعنی اقوام متحدہ

بظاہر اقوام متحدہ یا UNITED NATIONS کا ادارہ دنیا کی ریاستوں کے اتحاد کے لیے چند اصولوں پر بنایا گیا تھا وہ مقاصد جو لکھے ہوئے ہیں وہ اور ہیں اور وہ مقاصد جن کو لے کر یہ ادارہ اور اس کے پانچ مستقل ارکان سلامتی کونسل لے کر چل رہے ہیں وہ ان مقاصد سے یکسر مخالف ہیں۔اور اس بات کو کہنے میں شاید کوئی مبالغہ نہیں ہوگا کہ UNO کا ادارہ اسرائیل کی

ریاست کے تحفّظ کے لیے کام کر رہا ہے اور اس کے پانچ ارکان اسرائیل کے تحفّظ کے لیے رکھے گئے ہیں اور عالمی یہودی حکومت کے ایک خواب کی عملی تعبیر حاصل کرنے کے لیے رات دن کوششیں جاری ہیں۔ اسرائیل کے وجود کے لیے مسلمان بالعموم اور پیٹرو ڈالر کے حاملین عرب اور نظریاتی ملک پاکستان (جس کے پاس ایٹمی صلاحیت بھی ہے) دشمن سمجھے جاتے ہیں اور UNO کی ساری کوششیں اور سارے پروگرام مسلمانوں اور پاکستان کو کمزور کرنے کی غرض سے کیے جاتے ہیں۔ UNO کا پاکستان میں شروع کیا گیا ہر پروگرام پاکستان کے نظریاتی تشخص پر ایک نیا حملہ ہوتا ہے۔ (جیسے 2005ء کے زلزلے کے بعد آنے والا اقوام متحدہ کا امدادی مشن وغیرہ)

6۔ پاکستان کا مسلم خاندانی نظام اور UNO کی مداخلت

موجودہ مغربی تہذیب اپنے تمام اداروں (ORGANISATIONS) سمیت بالارادہ سوچی سمجھی سکیم کے تحت مسلمانوں کی حقیقی انسان دوست، علم دوست، خداشناس اور وحی شناس اَقدار اور رویّوں کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ IMF ہو یا WB مالیاتی شعبہ کی آڑ میں قرض لینے والے ممالک سے UNO کے انسان اور اَخلاق دشمن ایجنڈے پر عمل درآمد کے لیے دباؤ ڈالتے ہیں۔ حالانکہ یہ ادارے سودی نظام کو فروغ دے کر ہماری قرآنی تعلیمات کا مذاق اُڑا رہے ہیں (حقیقتاً عیسائیت اور یہودیت میں بھی سود حرام ہے نامعلوم آج کے یہودی اور عیسائی کیوں جدید بینکنگ سسٹم کے بانی بھی ہیں)۔

دنیا بھر کا میڈیا، فلم انڈسٹری، آرٹس کی دنیا، اخبارات (پرنٹ میڈیا)، ڈرامے، تھیٹر اور آرٹسٹ آج دنیا بھر کے نوجوانوں کے آئیڈیل بنا دیے گئے ہیں حالانکہ مغرب نے مسلمانوں کے رہنماؤں کے برعکس اپنے رہنما بنانے ہی تھے تو حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور سب سے بڑے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام نمایاں ہو سکتے تھے جس پر مسلمانوں کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسانیت کے آئیڈیل قرار دیے جانے کے قابل ہو سکتے تھے، مگر مغربی ادارے LGBT کے سٹارز، ہالی وڈ اور دیگر فلمی دنیاؤں کے اخلاق باختہ مرد و زن اور آرٹسٹس کو نئی نسلوں کے لیے 'محبوب' اور آئیڈیل بنا دیا ہے۔

عملی زندگی میں بھی مغرب نے اپنے پیغمبروں اور SAINTS کو آئیڈیل بنانے (کہ اس سے مسلمانوں کے موقف کی تائید ہوگی) کی بجائے بے حیائی کے نمائندے، اَخلاق باختہ اور شیطانی اطوار و کردار کے حامل مرد و خواتین کو انسانیت کے لیے آئیڈیل بنا دیا ہے۔

UNO پچھلے پچاس سال سے بالخصوص عورتوں کے حقوق اور 'WOMENLIB' کے نام سے تورات، زبور و انجیل کی تعلیمات کی کئی صدیوں پرانی روایات کے یکسر خلاف 'حقوقِ نسواں تحریک' کو کامیاب بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے۔

مغربی دنیا کی ان مساعی میں دوغلے پن اور دوہرے معیار کے علاوہ اسلام دشمنی کے جذبات کی واضح پہچان اس سے ہوتی ہے کہ امریکہ میں جمہوریت 1776ء میں آئی جبکہ بعض دوسرے ممالک سمیت مسلمان ملکوں میں اس کی تاریخ 70-80 سال سے زیادہ نہیں مگر امریکہ میں ابھی تک (تادمِ تحریر) کوئی عورت امریکی صدارت کے اعلیٰ منصب تک نہ پہنچائی جاسکی جبکہ اسلامی ممالک اور ترقی پذیر ممالک میں جہاں نوزائیدہ جمہوریت ہے وہاں خواتین کی اسمبلی میں نمائندگی سے لے کر حکمرانی تک مثالیں قائم کر دیں گئیں کہ اس طرزِ عمل سے ترقی آئے گی پاکستان میں بے نظیر کی حکومت، بنگلہ دیش میں بیگم واجدہ کی حکومت اور بھارت میں اندرا گاندھی کی حکومت۔

یو این او کے آثارِ قدیمہ کا محکمہ دنیا کی تہذیب کے آثار ڈھونڈتا پھرتا ہے اور اربوں ڈالر خرچ کرتا ہے مگر سارا زور بت پرستی، عیاشی، بے حیائی کے طریقے اور انسان دشمن اور خدا بیزار رویّوں کی تلاش تک محدود ہے۔ مصر کے اہرام کی تحقیق کے لیے ہزاروں لوگ مصروفِ کار ہیں مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو عام کرنا اور فرعونِ مصر کیوں ڈوبا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کا کیا نظریاتی اختلاف تھا اس کو عام کرنا اور میڈیا پر نشر کر کے انسانیت کی رہنمائی کرنا کہ وہ آسمانی بادشاہت کے قریب آسکے، انسان دشمنی نہیں تو کیا ہے؟ جس پر آج یو این او سرگرم عمل ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر مردوں کی مردوں سے جنسی خواہش پوری کرنے کی عادتِ بد کی وجہ سے عذاب آیا تھا۔ اس کا ذکر OLDTESTAMENT میں بھی اسی طرح ہے جس طرح قرآن مجید میں ہے مگر یہی مغربی تہذیب، یہودی اور عیسائی دنیا آج اپنے پیغمبر حضرت لوط علیہ السلام سے اظہارِ یکجہتی کی بجائے اُن کی تباہ شدہ قوم سے اظہارِ یکجہتی کرنے پر مصر ہے اور امریکہ

میں LGBT کی سرپرستی ہورہی ہے اور دنیا کے تمام ممالک میں امریکہ اور UNO اس کو عام کرنے کے لیے سرگرداں ہیں۔ دنیا کے دو درجن ممالک اور ریاستوں میں دو مردوں کی شادی کی قانونی اجازت ہے۔

1998ء میں امریکہ کی سپریم کورٹ کے ایک جج رابرٹ ایچ بارک نے ایک کتاب لکھی تھی کہ امریکہ میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی طرح برائی اتنی عام ہوچکی ہے کہ امریکی قوم پر اُس قوم کی طرح کا عذاب جلد آنے والا ہے۔ آج 2016ء میں اس امریکی قوم کا کیا حال ہوگا؟ مگر امریکہ خود بھی اور UNO بھی اس بے حیائی کے فروغ کے لیے سرگرم ہے اور خدا بیزار، انسان دشمن رویّوں کو فروغ دے رہا ہے تاکہ اسلام کہیں دنیا میں پھیل نہ جائے۔

آج سے 80 سال قبل جنوبی ایشیا کے ایک مسلمان شاعر علامہ اقبال نے 'ابلیس کی مجلس شوریٰ' کے نام سے ایک نظم لکھی تھی جس میں تمام مغربی اقوام کو ابلیسی اور شیطانی ایجنٹ کہا گیا تھا اور اس میں ابلیس کی زبانی فرمایا تھا:

جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
مزدکیّت فتنۂ فردا نہیں، اسلام ہے

*نظامِ اشتراکیت

لہٰذا اے میرے ساتھیو! تمام مسلمانوں کو سود، بے حیائی، عیاشی، لوٹ کھسوٹ، ظلم، ناانصافی اور رہبانیّت والے خانقاہی نظام میں مست رکھو تاکہ دنیا کے سامنے اسلام کی روشن اور تابناک تعلیمات نہ آسکیں۔

جانتا ہوں میں یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مؤمن کا دیں
عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں

اور اس طے شدہ پالیسی کے تحت سارے مغربی ادارے اسلام کی تعلیمات اور فیملی لائف کے آداب ورسوم کو بالارادہ بدنام کرنے کی پالیسی پر گامزن ہیں۔

اللہ تعالیٰ انسانیت اور مسلمانوں کو ایسے اداروں سے جلد از جلد نجات دلا دے، آمین۔

پاکستان میں شیطانی ایجنڈے کی طرف اقدامات کی کہانی

1۔ تحریک پاکستان کی عملی اور سرگرم تحریک کی تاریخ بڑی مختصر ہے۔ان دس پندرہ سالوں میں قائداعظم محمد علی جناح اور مفکّر پاکستان علامہ اقبال کے افکار ڈھکے چھپے نہیں تھے اور پاکستان کا تشخص دوقومی نظریہ کی بنیاد پر برطانوی ہند کی تقسیم پر عمل میں آیا تھا۔ 1948ء کے دوسرے یومِ آزادی پر اور 1949ء کے تیسرے یومِ آزادی کے تقریبات میں تیس سے زیادہ اسلامی ممالک کے وفود شامل ہوئے تھے اور مارچ 1949ء میں قراردادِ مقاصد بھی منظور کر لی گئی تھی۔

2۔ نومسلم علامہ محمد اسد کی سربراہی میں عصر حاضر میں اسلام کی عملی تعبیر (DEPARTMENT OF ISLAMIC RECONSTRUCTION) کے عنوان سے ایک محکمہ بنا مگر کچھ سالوں میں ہی وہ محکمہ اپنے ریکارڈ اور کام سمیت غائب کر دیا گیا۔

3۔ 1951ء میں وزیراعظم لیاقت علی خان کے دورۂ امریکہ کے دوران انھیں اسرائیل کو تسلیم کرنے کے عوض بھاری امداد پیش کی گئی جس کا انھوں نے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ فرمایا کہ "GENTLEMEN OUR SOULS ARE NOT FOR SALE"۔اس لیے کہ قائداعظم بانی پاکستان نے مئی 1948ء میں اسرائیل کے قیام کے موقع پر ریاست اسرائیل کو یورپی اقوام کا 'ناجائز بچہ' کہا تھا۔

لہٰذا اس کے بعد سے پاکستان کے حالات دِگرگوں ہیں مغربی طاقتیں اپنے تمام اداروں سمیت ایک جدید اور WELL PLANNED صلیبی جنگ کی صورت میں حملہ آور ہیں۔ آئین کی تیاری میں تاخیر، پاکستان میں حکومتوں کا بار بار ٹوٹنا، ایوب خان کا مارشل لا، پاکستان کے دریائی پانی کی فروخت، 1965ء کے جنگ کا خوفناک منصوبہ، 1971ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی سازش (جس میں امریکہ اور UNO شامل تھے) اور بعد کی حکومتوں میں بھی مغرب نے اپنے وسیع تر عالمی ایجنڈے کے لیے بعض PRO-PAKISTAN اقدامات برداشت کیے مگر جلد ہی ان تمام اقدامات کو وقوعہ کے بعد شہادتیں مٹانے کے عمل کی طرح مخالف سرگرمیوں میں تیزی آ گئی تھی جو آج بھی جاری ہے۔ آج دنیا میں مسلمان اور ان کے شعائر تسبیح، داڑھی، نماز، لباس، پگڑی، مسلمانوں کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ، قرآن، کعبہ، مکہ وغیرہ الغرض ہر

چیز مغربی دنیا میں کارٹونوں کے ذریعے تضحیک اور تمسخر کا عنوان بن گیا ہے اور مسلمانوں کو 'دہشت گرد' قرار دے دیا گیا ہے اور بدباطن مغرب کا بس چلے تو پیغمبر اسلام کو بھی 'دہشت گرد' قرار دے ڈالیں (اس اعلان کے لیے شاید کسی مناسب موقع کا انتظار ہے)۔

پاکستان میں قانونی اور تعلیمی سطح پر کیے جانے والے اقدامات اور مغربی ادارے بالخصوص UNO

1۔ پاکستان مسلم اکثریت کا ملک ہے 95% سے زیادہ مسلمان ہیں مگر 1961ء میں ایک مغربی حمایت یافتہ آمر نے ایسے مسلم عائلی قوانین نافذ کیے جو سراسر اسلام کی تعلیمات کے منافی تھے اس منحوس عمل کے پیچھے امریکہ یو این او اور اس کا مراعات یافتہ طبقہ تھا اور میڈیا کے زر خرید لوگ۔

2۔ UNO کے تحت حقوقِ نسواں اور WOMENLIB (آزادیٔ نسواں) کے نام سے پاکستان میں امریکہ اپنے ایجنٹوں اور NGO's کے ذریعے سے واقعات سامنے لاتا ہے جیسے 'ملالہ' کا واقعہ اور پھر اس کے نتیجے میں دباؤ ڈال کر قانون سازی کرالی جاتی ہے جبکہ حکمران پہلے ہی امریکہ کے پسندیدہ اور HAND PICKED ہوتے ہیں جمہوری عمل تو امریکہ میں بھی دھوکہ ہے کہ اصل پس پردہ عامل ایک 'اسلام دشمن مافیا' ہے اور ہمارے ہاں بھی الیکشن اور جمہوری عمل لوگوں کی اَشک سوئی کے لیے ہوتا ہے۔

مشرف دور میں آزادیٔ نسواں کے لیے جو کام ہوا اور ابھی جو 2016ء میں نواز شریف کی زیر سرکردگی پنجاب حکومت نے قانون پاس کرایا ہے یہ سب اسی UNO کے شیطانی ایجنڈے کا حصہ اور اسلام دشمنی کی راہ پر عالمی اور آخری صلیبی جنگ کا حصہ ہے۔

موجودہ نام نہاد 'تحفظ حقوقِ نسواں بل' کے ذریعے حکومت نے 'بیرونی دباؤ' میں یک لخت 'شوہر اور بیوی' کے درمیان معاملات کو قابل دست اندازی پولیس قرار دے دیا اور مصالحت، نصیحت اور بزرگوں کے ذریعے اِفہام وتفہیم کا ذکر تک نہیں۔

ہماری حکومت کے ذمہ داران اور اس 'متنازعہ' بل کے 'خالق' ذرا غور کریں کہ ہمارے ملک میں ایک عام مرد اور عورت بچپن سے لے کر جوانی تک جب 20 سال گزارتا ہے تو حکومت اس کو کونسا ماحول فراہم کرتی ہے اور اگر وہ مرد یا عورت اسی حکومتی ماحول کے اثراتِ بد کے تحت

ایک دوسرے سے دست وگریباں ہوتے ہیں تو آئین شکنی، غداری اور نااہلی کا مقدمہ مرکزی حکومت،صوبائی حکومت، وزراءاور ممبران اسمبلی پر قائم ہونا چاہیے نا کہ بے چارے شوہر پر۔

اس نام نہاد بل کو پاس کرا کر مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے یہ کارنامہ جنھوں نے بھی سرانجام دیا ہے وہ تھوڑی دیر کے لیے سوچیں کہ:

☆ تعلیم ہر شہری (مردوزن) کا بنیادی حق ہے کیا حکومت گزشتہ ستر سال میں بنیادی حق عوام تک کماحقہ پہنچا چکی ہے؟۔

☆ آئین کی رُو سے پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور یہ حکومت کی آئینی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمان شہریوں کے لیے اسلامی طرزِ زندگی کا ماحول فراہم کرے۔ کیا اربابِ حکومت نے کبھی اس کام کی طرف توجہ کی ہے؟

☆ کیا میڈیا (ٹی وی چینلز، ریڈیو وغیرہ) پر کبھی پاکستان کے مسلمان شہریوں کے لیے دینی تعلیمات کے پروگرام کثرت سے دیے ہیں اور اسی جذبے کے تحت غیر اسلامی، غیر شرعی اور غیر اخلاقی پروگرام کلیتہً بند کرادیے گئے ہیں؟۔

☆ کیا پرنٹ میڈیا کے اخبارات ہر روز، ہر ہفتہ اور ہر تقریب پر فلمی ستاروں کے نیم عریاں اور اسلامی شعائر کی دشمن تصویریں شائع نہیں کرتے۔ ہر اخبار کے ساتھ ایک میڈیا چینل اور ڈراموں کی ایک طویل فہرست ہے کیا یہ ڈرامے اسلام، اسلامی اخلاق اور قرآنی تعلیمات کا سبق دیتے ہیں؟ اگر نہیں تو آئین شکنی کا مرتکب کون ہے؟ رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں 'پیمرا' خود بھی توہین رمضان کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کے ماتحت ملک بھر کے چینلز بھی اسلام دشمنی، اخلاق سوزی اور خدا بیزاری کے جذبات کو فروغ دیتے نظر آتے ہیں۔ کیا وزیر اعظم اور وزرائے اعلیٰ کی آئینی، قانونی اور انتظامی کوئی ذمہ داری نہیں۔ کیا گھریلو معاملات کو قابل دست اندازی بنانے سے مسئلہ حل ہو جائے گا۔ کیا احترامِ رمضان ـــــ صرف پولیس کو فعال بنانے اور پکڑ دھکڑ سے ممکن ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہوسکتا ہے جب پولیس کے 90% اہلکار رمضان المبارک کا خود احترام کرتے ہوں اور پیمرا کے اعلیٰ عہدیداران رمضان المبارک میں روزوں اور تراویح کا اہتمام کرتے ہوں۔ اگر یہ نہیں تو ایک 'رمضان دشمن' اہل کار سے توقع کرنا کہ دوسرے کو احترام

رمضان کا درس دے گا، انہونی بات کی توقع رکھنا ہے۔

☆ کیا حکومتی مشنری (سرکاری اہل کار) اسلامی تعلیمات کی نمائندہ ہے۔ اور جہاں عوام کو اسلامی زندگی کا نمونہ دینا حکومت کی آئینی ذِمہ داری ہے کیا سرکاری اہل کاروں کو اس اسلامی زندگی کا نمونہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیا آج مرکزی اور صوبائی بیوروکریسی اور تمام سرکاری افسران اور عملہ، پولیس، فوج، عدلیہ، مقنّنہ کو اپنی اس ذمہ داری کا احساس ہے یا UNO سے توقع ہے کہ وہ کسی دن اس ’کارخیر‘ کے لیے کوئی گرانٹ منظور کرے گی تاکہ وہ گرانٹ بھی پہلی گرانٹوں کی طرح بندر بانٹ کے ذریعے غتر بُود کی جاسکے۔ پاکستان کے عوام میں سے کوئی پوچھے تو وہ ’مولوی‘ ہے، مدرسہ کا تعلیم یافتہ ہے، دہشت گرد ہے، اسلام کا نفاذ چاہتا ہے اور پولیٹیکل اسلام چاہتا ہے؟ لہٰذا امریکہ بہادر کو PRE-EMPT کر کے ایسے لوگوں کو تباہ کرنے کا حق ہمارے حکمرانوں نے وقت کے فرعون امریکہ کو خود دے رکھا ہے تاکہ ان سے کوئی اسلام پر چلنے کے بارے میں سوال بھی نہ کر سکے۔

اسی ضمن میں خاندانی منصوبہ بندی کا پروگرام ہو، انسدادِ ملیریا کی مہم ہو یا عورتوں کے حقوق کا کوئی عنوان ہو اس کے پیچھے اسی سوچ کے تانے بانے پائے جاتے ہیں۔

اسمبلی میں یونین کونسل سے لے کر قومی اسمبلی تک خواتین کا جتنا حصہ پاکستان میں ہے اتنا شاید بہت سارے مغربی ترقی یافتہ ملکوں میں بھی نہیں۔ اس لیے کہ انھیں اس اقدام کی بُرائی اور تہذیبی وقومی نقصانات کا اندازہ ہے مگر افسوس کہ پاکستانی قیادتیں مغرب اور UNO کی طرف سے ہر آنے والے اشارہ کو ’وحیِ آسمانی‘ سمجھ کر عمل درآمد کرانے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ پاکستان میں تعلیمی اداروں کے نصابِ تعلیم میں تبدیلیاں کر کے تحریک پاکستان کو بدنام کرنا، علامہ اقبال کی شخصیت کے کارناموں کو حذف کرا دینا، دوقومی نظریہ کو حرفِ غلط کی طرح پاکستان کے مسلمان بچوں کو نہ پڑھنے دینا مغربی ایجنڈا کے وہ زہریلے ثمرات ہیں جو حکمرانوں کے لیے مغرب سے ڈالروں کی بارش کے جلو میں روز افزوں طریقے پر پھیل رہے ہیں۔

موجودہ تحفظ حقوقِ نسواں بل کے مقاصد کا حصوُل

ہماری حکومت پنجاب کو پنجاب کی خواتین (اور بدنصیب مردوں) سے اگر کوئی ہمدردی

ہے تو موجودہ بل کے ذریعے اس ہمدردی کا کیا نتیجہ نکلے گا وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں اور اس کے اثرات صرف چند ماہ میں ہی خاندانی انتشار کی شکل میں سامنے آ رہے ہیں۔

ہماری حکومت کو خاندانی اور گھریلو تشدد اور ناانصافی کے خلاف کوئی اقدامات کرنا ہی ہیں تو میاں بیوی کی لڑائی کو قابل دست اندازی پولیس بنا کر پولیس جیسے محکمہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا نہ قرین انصاف ہے اور نہ از روئے عقل کوئی مفید عمل ہے۔ بلکہ کرنے کا کام یہ ہے کہ:

☆ خاندانی اور گھریلو تشدد کو روکنے کے لیے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی تعلیمات پر مبنی مواعظ اور اخلاقی لٹریچر تیار کیا جائے جو تعلیم بالغاں کے مختلف فورموں (FORUMS) کے ذریعے تقسیم کیا جائے۔ رجسٹرار نکاح کے ذریعے بھی تقسیم کرایا جا سکتا ہے۔

☆ ائمہ مساجد کو ان موضوعات پر گاہے بگاہے تقاریر کرنے پر آمادہ کیا جائے اور ان کو باقاعدہ معاوضہ دیا جائے۔ تاکہ عوام کی اصلاح ہو اور مرد و خواتین کو اسلامی تعلیمات کی حقیقی قدر معلوم ہو تاکہ ان پر عمل کر کے دنیا میں بھی کامیاب ہوں اور آخرت میں بھی جہنم کی آگ سے بچ سکیں۔

☆ اسلام کے معاشرتی نظام اور معاشرتی اقدار پر مبنی مضامین نصاب تعلیم میں شامل کیے جائیں بالخصوص خواتین کی ہائی سکول کی تعلیم میں۔ اور ملک کی شناخت دو قومی نظریہ کی بنیاد پر استوار کی جائے۔

☆ اساتذہ کی تعلیم کے ٹریننگ اداروں میں اسلام کے معاشرتی نظام کی خوبیاں ازبر کرائی جائیں اور معاشرے میں بے حیائی، مغربی تہذیب، عریانی اور فحاشی کے خلاف مسلمان نوجوانوں کے جذبات کو اسلامی رنگ میں رنگ دیا جائے تاکہ ہمارے معاشرے میں محمد بن قاسمؒ جیسے نوجوان پیدا ہوسکیں نہ کہ مائیکل جیکسن اور ہیری پوٹر جیسے کردار جو اسلامی اقدار کے لیے زہریلے اثرات کے حامل ہیں۔

☆ اسلام کے معاشرتی قوانین اور اسلامی گھریلو تعلیمات کو مثبت انداز میں پیش کرنے کے لیے اخبارات، رسائل اور ٹی وی چینلز کو ہدایات جاری کی جائیں اور پرائم ٹائم میں اِن تعلیمات کو نشر کیا جائے اور اس کے ساتھ اسلامی تعلیمات کے خلاف تمام نشریات، ڈرامے،

ٹاک شوز، تبصرے، اشتہارات کو یکسر بند کر دیا جائے۔

☆ وطن عزیز کی شاہراہوں اور اہم شہروں میں آج کل بڑے بڑے بل بورڈ اور قد آدم فلیکس آویزاں ہیں۔ ان بل بورڈ اور فلیکس کی تصاویر اور عبارات کو بھی کسی اسلامی ضابطے کا پابند بنایا جائے اور آئندہ اسی ضابطے کی روشنی میں ان بل بورڈ اور فلیکس کو تیار کرایا جائے۔

☆ خاندانی جھگڑوں کو چکانے کے لیے مساجد میں پنچایت کا نظام قائم کیا جائے اور علماء کی درجہ بندی کر کے مساجد کی بھی درجہ بندی کی جائے اور خاندانی پنچایتوں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق خاندانی جھگڑوں کو چکانے کی خدمات پر علماء کو مناسب تنخواہیں دی جائیں۔ خاندانی جھگڑوں میں تشدّد کی بڑی وجہ شوہر کا گھریلو اخراجات نہ دینا ہے جس کے لیے اوّلاً ملک میں لوٹ کھسوٹ اور کرپشن بند کرا کے روزگار کے مواقع پیدا کیے جائیں اور ثانیاً زکوٰۃ کے نظام کو سرکاری راشی ملازمین کی دست بُرد سے نکال کر مساجد کے دینی ماحول میں اچھی شہرت کے لوگوں کے سپرد کیا جائے۔

☆ میڈیا اور اخبارات کے ذریعے اہل علم اور ادیب حضرات سے اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے مضامین لکھوائے جائیں۔ سکولوں کالجوں میں اسلام کی معاشرتی زندگی، حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء کرام کی تعلیمات پر مبنی خوبصورت فلیکس آویزاں کیے جائیں اور تحریری و تقریری مقابلے کرائیں جائیں۔

☆ ملک میں اسلامی تعلیمات کے مطابق خاندانی نظام کو مضبوط بنایا جائے اور اس کو مستحکم کرنے کے لیے ہر سطح پر مرد و زن کو شرم و حیا، عفت و عصمت، شرافت، اسلامی کردار، محرم رشتوں کی عزت، بزرگوں کا ادب اور خواتین کا احترام سکھایا جائے۔

☆ اخبارات، ٹی وی چینلز اور انٹرنیٹ پر اسلام کے منافی اور اخلاق سوز مواد کو سختی سے بند کر دیا جائے۔ ملک کے جن تعلیمی اداروں کے مالک (غالب اکثریت یا مؤثر عہدیدار) غیر مسلم مسیحی، قادیانی یا ہندو ہوں ان میں مسلمان بچوں اور بچیوں کے داخلے پر (کم از کم انٹر لیول تک) پابندی لگائی جائے۔

موجودہ تحفّظ حقوقِ نسواں بل کا مستقبل

حکومت سے دست بستہ درخواست ہے کہ حکومت اس بل کو جلد از جلد پورے کا پورا

واپس لے لے۔ اس اقدام سے اللہ تعالیٰ ان کی عزت میں اضافہ کرے گا اور مسائل میں کمی کردے گا اور ملک بھر کے مدارس کے بورڈز سے سفارشات مانگ کران کی مشترکات کو سب کے لیے اور شیعہ سنی (دیو بندی بریلوی اہل حدیث) کے الگ حصے کو ہر مسلک کے لیے قانون بنادیا جائے۔ (واضح رہے کہ ہمارے ملک میں خاندانی جھگڑے اور طلاقوں کی کثرت کے معاملے میں بھی اگر نکاح نامے میں شوہر اور بیوی کا مسلک درج کردیا جائے اور پسند کی شادی یا خاندانی شادی کے بعد طلاق کی صورت میں شوہر یا بیوی کس کے مسلک کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا وہ بھی پہلے سے شرائطِ نکاح کی طرح طے ہوجائے تو فیملی لاز کے بہت سے تنازعات (از قسم تین طلاق وغیرہ) بہت حد تک کم ہوسکتے ہیں)

اے اللہ! اس تحریر میں جو خیر ہے اسے قبولِ عام عطا فرما اور جو حصہ میرے نفس کی شرارت کا مظہر شامل ہوگیا ہو اس کو بے اثر فرمادے اور امت مسلمہ کو بالعموم اور مسلمانانِ پاکستان کو بالخصوص مغربی طاقتوں اور UNO کے اسلام دشمن ایجنڈے کے شر سے محفوظ فرما۔ آمین

''محمد علی! اگر تم دنیا کی آگ برداشت نہیں کرسکتے تو جہنم کی آگ کیسے برداشت کروگے''

نیویارک (آن لائن) عظیم باکسر محمد علی کا مشہور جملہ تھا کہ میں سگریٹ نہیں پیتا مگر ماچس ساتھ ضرور رکھتا ہوں، کسی نے پوچھا آپ ماچس کیوں ساتھ رکھتے ہیں؟ اس پر انھوں نے کہا کہ جب میرا دل گناہ کی طرف مائل ہوتا ہے تو ماچس سے جسم جلا کر خود سے کہتا ہوں کہ محمد علی! اگر تم دنیا کی آگ برداشت نہیں کرسکتے تو جہنم کی آگ کیسے برداشت کروگے۔ (ماخوذ از روزنامہ ایکسپریس 6-6-2016)

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ
کے تحت

رجوع الی القرآن کورس

داعی قرآن ڈاکٹر اسرار احمد کے جاری کردہ

مضامین

سالِ اول		سال دوم		
تجوید	عربی گرائمر	علم العقیدہ	اصول التفسیر	علم التفسیر
ترجمہ قرآن مع ترکیب	بیان القرآن	علوم القرآن	اصول الحدیث	علم الحدیث
مطالعہ سیرت النبی ﷺ	عقیدہ وفقہ	اصول فقہ	القواعد الفقہیہ	فقہ العبادات
تزکیہ واحسان	فکر اسلامی			
تاریخ اسلام	توسیعی محاضرات			

اوقات تدریس

صبح 8:45 تا دوپہر 1 بجے (پیر تا جمعہ)

حضرات وخواتین کے لیے، تعلیمی قابلیت کم از کم انٹرمیڈیٹ

(خواتین کے لیے شرکت کا باپردہ انتظام ہے)

افتتاحی تقریب: 17/جولائی 2016ء بروز اتوار مقام: قرآن اکیڈمی ڈیفنس

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

خیابانِ راحت، درخشان، ڈیفنس فیز 6، کراچی

فون: 021-35340022

0342-2817966

مُقدّمہ

سِیرَۃ اِمَام الْمُرسَلِین ﷺ

ساجد محمود مسلم

مستشرقین اور پیغمبرِ اسلام ﷺ

وہ مغربی علماء جو اسلام کے بارے معلومات جمع کرتے اور اس ضمن میں تصنیف و تالیف کا کام سرانجام دیتے ہیں، انھیں اصطلاحاً مستشرقین (ORIENTALISTS) کہا جاتا ہے۔ مستشرقین کا ایک خاص پس منظر ہے جس سے وہ خود کو چاہتے ہوئے بھی جدا نہیں کر سکتے۔ وہ جب اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے ذہن اپنے مخصوص پس منظر کے باعث ایک خاص طرزِ فکر اپناتے ہیں، جسے مغربی طرزِ فکر کہا جا سکتا ہے۔ اس طرزِ فکر کے باعث مستشرقین کی اکثریت اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے بارے منفی سوچ رکھتی ہے۔ ان کی اس منفی سوچ کا سبب سابق جرمن یہودی لیو پولڈ ویس (LEOPOLD WEISS) اور نو مسلم محمد اسد مرحوم نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب THE ROAD TO MAKKAH (مکہ کا راستہ) میں خوب واضح کیا ہے، فرماتے ہیں:

"The damage caused by the Crusades was not restricted to a clash or weapons; it was, first and foremost, an intellectual damage؛ the poisoning of the western mind against the Muslim world through a deliberate misrepresentation of the teachings and ideals of Islam. For, if the call for crusade was to

maintain its validity, the prophet of the Muslims had, of necessity, to be stamped as the Ati-christ and his religion depicted in the most lured terms as a fount of immorality and perversion. It was at the time of the crusades that the ludicrous notion that Islam was a religion of crude sensualism and brutal violence, of an observance of ritual instead of a purification of the heart, entered the western mind and remained there; and it was then that the name of the prophet Muhammad the same Muhammad who had insisted that his own followers respect the prophets of other religions- was contemptuously transformed by Europeans into 'Mahound'. The age when the spirit of independent inquiry could raise its head was as yet far distant in Europe; it was easy for the powers-that-were to sow the dark seeds of hatred for a religion and civilization that was so different from the religion and civilization of the west؛ thus it was no accident that the fiery chanson de Roland, which describes the legendary victory of Christendom over the Muslim "heathen" in southern France, was composed not at the time of those battles but three centuries later-to win, shortly before the first Crusade-immediately to become a kind of "National anthem" of Europe; and it is no accident, either that this warlike epic marks the beginning of a European literature, as distance from the earlier, localized literatures: for hostility toward Islam stood over the cradle of European civilization.

It would seem an irony of history that the age-old western resentment against Islam, which was religious in origin, should still persists subconsciously at a time when religion has lost most of its hold on the imagination of the Western man. This however is not surprising. We know that a person may completely lose the religious beliefs imparted to him in his childhood while nevertheless some particular emotion connected with those beliefs remains, irrationally in force through his later life- and this. I concluded is precisely what happened to that collective personality, western civilization. The shadow of the Crusades hover over the west to this day; and all its reaction toward Islam and the Muslim world bear distinct traces of that die-hard ghost. (94)

”صلیبی جنگوں سے پیدا ہونے والا فساد محض ہتھیاروں کے تصادم تک محدود نہیں رہا بلکہ یہ اس سے بھی پہلے ایک عقلی فساد تھا، جو اسلام کی تعلیمات اور تصورات کو سوچ سمجھ کر غلط انداز میں پیش کر کے مغربی ذہن کو مسموم کرنے کی صورت میں برآمد ہوا۔ صلیبی جنگ کی پکار کا جواز فراہم کرنے کے لیے ضرورت تھی کہ پیغمبر اسلام (ﷺ) کو مسیح مخالف (دجال) بنا کر پیش کیا جائے اور ان کے مذہب کو نہایت دھندلی اصطلاحات میں بداخلاقی اور گمراہی کا سرچشمہ ثابت کیا جائے۔ صلیبی جنگوں کے وقت یہ مضحکہ خیز تصور مغربی ذہن میں پیدا ہوا کہ اسلام بھدی شہوت پرستی اور بے رحمانہ تشدد کا مذہب ہے اور یہ کہ یہ قلب کی صفائی کی بجائے رسومات کا مجموعہ ہے۔ یہ بھی اسی وقت ہوا کہ یورپی مفکرین نے اس محمد رسول اللہ ﷺ کا نام عمداً ”مہونڈ“ رکھ دیا، جس نے اپنے پیروکاروں کو دوسرے انبیاء علیہم السلام کا احترام کرنے کی تلقین کی تھی۔ وہ دور کہ جب یورپ میں آزادانہ تحقیق کا جذبہ سر اُٹھا سکتا

تھا، یورپ سے بہت دور تھا۔اس طرح حکمرانوں کے لیے یہ بہت آسان تھا کہ وہ اپنے سے مختلف مذہب و تہذیب کے خلاف نفرت کے تاریک بیج بوسکیں۔لہٰذا یہ کوئی حادثہ نہیں کہ جنوبی فرانس میں مسلم ’بت پرستوں‘ پر عیسائیت کی شاندار فتح کو بیان کرنے والے اور آگ لگانے والی نظم CHANSON DE ROLAND (کینسن ڈی رولینڈ) ان جنگوں کے دور میں نہیں بلکہ تین صدیوں بعد لکھی گئی حالانکہ اس میں پہلی صلیبی جنگ سے ذرا پہلے کے واقعات کی شہادت دی گئی ہے، اور یہ نظم یورپ کا قومی ترانہ بن گئی تھی۔اسی طرح یہ بھی کوئی حادثہ نہیں کہ یہ رزمیہ نظم مغربی ادب کی ابتدا کو ظاہر کرتی ہے جو قدیم مقامی ادب سے قطعی مختلف تھی، ایسا صرف اور صرف اس لیے ہوا کہ اسلام دشمنی یورپی تہذیب کے گہوارے میں کھڑی تھی۔

یہ تاریخ کا ایک مذاق ہے کہ قدیم مغرب کا اسلام کے خلاف وہ بغض جو اصلاً مذہبی نوعیت کا تھا، ایک ایسے وقت میں تحت الشعور میں موجود ہے جبکہ مذہب مغربی آدمی کے ذہن پر اپنی گرفت کھو چکا ہے، تاہم یہ کوئی حیران کن واقعہ نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ کوئی شخص بچپن میں تھوپے گئے مذہبی عقائد مکمل طور پر ترک کرسکتا ہے مگر ان عقائد سے وابستہ بعض احساسات لاشعوری طور پر زندگی میں باقی رہتے ہیں۔میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مغربی تہذیب کی اجتماعی شخصیت کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔صلیبی جنگوں کا سایہ آج بھی مغرب پر منڈلاتا ہے اور اسلام و مسلم دنیا کی جانب اس کا تمام تر ردعمل اسی مردہ بھوت کے زیر اثر واقع ہوتا ہے۔“

قارئین! یہ گھر کے اس بھیدی کی شہادت ہے، جس نے خود اپنا بچپن اور جوانی مغرب میں بسر کی اور اس کے جملہ اثرات قبول کیے۔لہٰذا اگر مغربی مستشرقین، اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں معاندانہ رویہ رکھتے ہیں تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں۔اسلام دشمنی تو ان کی گھٹی میں پڑی ہے، جو ہر نسل میں پیدا ہونے والے ہر بچے کو دی جاتی ہے۔

تاہم یہ درست ہے کہ بعض لوگ اپنی فطرتِ سلیمہ کی طرف لوٹ آتے ہیں، جن میں سے ایک محمد اسد مرحوم بھی ہیں۔جبکہ بعض اپنی فطرتِ سلیمہ کی طرف سفر میں ہوتے ہیں۔اس کی

مثال وہ مستشرقین ہیں جنھوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی سیرت کا مطالعہ اصل ماخذ سے کیا ہے اور انصاف پسندی کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کے کارناموں کو سراہا ہے۔ انہی انصاف پسندوں میں سے ایک مائیکل ہارٹ ہیں جنھوں نے دنیا کی ان سو عظیم شخصیات کی سوانح عمری اختصار سے بیان کی ہے، جن کے اثرات دنیا کے وسیع خطے میں نمودار ہوئے اور تادیر قائم رہے۔ ان شخصیات کی درجہ بندی کرتے وقت اس نے محمد عربی ﷺ کو سرفہرست رکھا ہے۔ اپنے اس فعل کی توجیہ بیان کرتے ہوئے مائیکل ہارٹ لکھتا ہے:

"A striking example of this is my ranking Muhammad higher than Jesus, in large part because of my belief that Muhammad had a much greater personal influence on the formulation of Muslim religion than Jesus had on the formation of the Christian religion" (95)

''اس کی ایک نمایاں مثال میرا محمد (ﷺ) کو جناب عیسیٰ (علیہ السلام) سے بلند درجہ پر رکھنا ہے، جس کا سبب میرا یہ یقین ہے کہ محمد (ﷺ) کا مسلم مذہب کی تشکیل میں ذاتی اثر عیسائیت کی تشکیل میں عیسیٰ (علیہ السلام) کے اثر سے بہت بڑھ کے ہے۔''

مائیکل ہارٹ مزید لکھتا ہے:

My choice of Muhammad to lead the list of the world's most influential persons may surprise some readers and may be questioned by others, but he was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular levels.(96)

''دنیا کی سب سے زیادہ متأثر کرنے والی شخصیات کی فہرست میں، پہلے نمبر پر محمد (ﷺ) کو منتخب کرنا بعض قارئین کو حیران کرسکتا ہے اور بعض دوسرے قارئین اس پر نکتہ اعتراض اٹھا سکتے ہیں، لیکن وہ (محمد ﷺ) تاریخ انسانی میں واحد انسان ہیں جو مذہبی اور لامذہبی دونوں سطحوں پر سب سے زیادہ کامیاب وکامران رہے۔''

مائیکل ہارٹ آخر میں نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہتا ہے:

We see, then, that the Arab conquests of the seventh century have continued to play an important role in human history, down to the present day. It is this unparalleled combination of secular and religious influence which I feel entitles Muhammad to be considered the most influential single figure in human history.(97)

”پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ساتویں صدی عیسوی کی عرب فتوحات ہمیشہ انسانی تاریخ میں مسلسل اہم کردار ادا کرتی رہی ہیں بلکہ آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہ لامذہبی و مذہبی اثرات کا وہ بے نظیر امتزاج ہے، جو میرے خیال میں محمد (ﷺ) کو تاریخ انسانی کی سب سے زیادہ اثر پذیر ہونے والی شخصیت قرار دینے کا اصل باعث ہے۔“

مائیکل ہارٹ سیّدنا محمد ﷺ کے زیر اثر برپا ہونے والی عرب فتوحات کے بارے میں اپنے تاثرات یوں رقم کرتا ہے:

The Bedouin tribesmen of Arabia had a reputation as fierce warriors. But their number was small; and plaqued by disunity and internecine warfare, they had been no match for the larger armies of the kingdoms in the settled agricultural areas to the north. However, unified by Muhammad for the first time in history, and inspired by their fervent belief in the one true God, these small Arab armies now embarked upon one of the most astonishing series of conquests in human history. To the northeast of Arabia lay the large Neo-Persian Empire of the Sassanids; to the northwest lay the Byzantine, or Eastern Roman Empire, centered in Constantinople. Numerically,

the Arabs were no match for their opponents. On the field of battle, though, the inspired Arabs rapidly conquered all of Mesopotamia, Syria, and Palestine. By 642, Egypt had been wrested from the Byzantine Empire, while the Persian armies had been crushed at the key battles of Qadisiyain 637, and Nehavend in 642.

But even these enormous conquests, which were made under the leadership of Muhammad's close friends and immediate successors, Abu Bakr and Umar ibn al-Khattab -did not mark the end of the Arab advance. By 711, the Arab armies had swept completely across North Africa to the Atlantic Ocean. There they turned north and, crossing the Strait of Gibraltar, overwhelmed the Visigothic kingdom in Spain.

For a while, it must have seemed that the Moslems would overwhelm all of Christian Europe. However, in 732, at the famous Battle of Tours, a Moslem army, which had advanced into the center of France, was at last defeated by the Franks. Nevertheless, in a scant century of fighting, these Bedouin tribesmen, inspired by the word of the Prophet, had carved out an empire stretching from the borders of India to the Atlantic Ocean, the largest empire that the world had yet seen. And everywhere that the armies conquered, large-scale conversion to the new faith eventually followed.(98)

”عرب کے صحرائی بدو خونخوار جنگجوؤں کی حیثیت سے مشہور تھے، ان کی قلیل تعداد،

افتراق وانتشار اور مہلک جنگوں سے داغ دار تھی۔ لہٰذا شمال کی متمدن زرعی سلطنتوں کی بڑی بڑی افواج کے ساتھ ان کا کوئی مقابلہ ہی نہ تھا۔ تاہم تاریخ میں پہلی بار جناب محمد ﷺ کی سرکردگی میں متحد ہونے اور سچے خدائے واحد پر مخلصانہ ایمان سے متأثر ہونے کے بعد ان کی چھوٹی سی عرب افواج نے انسانی تاریخ کی سب سے زیادہ حیران کن فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ جزیرۃ العرب کے شمال مشرق میں ساسانیوں کی جدید پارسی سلطنت قائم تھی، جبکہ شمال مغرب میں بازنطینی یعنی مشرقی رومی سلطنت ایستادہ تھی، جس کا دارالحکومت قسطنطنیہ تھا۔ عددی اعتبار سے عرب اپنے حریفوں کا پاسنگ بھی نہ تھے، تاہم یہ میدانِ جنگ میں بالکل مختلف ثابت ہوئے۔ چنانچہ پُرجوش عربوں نے تیزی سے میزوپوٹامیہ (عراق)، شام اور فلسطین کے تمام علاقے فتح کر لیے۔ 642ء تک مصر بازنطینی سلطنت کے ہاتھوں سے نکل چکا تھا اور پارسی فوجیں 637ء میں قادسیہ اور 642ء میں نہاوند کی اہم جنگوں میں کچلی جا چکی تھیں۔ جناب محمد ﷺ کے قریبی رفقاء اور فوری خلفاء ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت ہونے والی یہ امتیازی فتوحات عربوں کی پیش قدمی کا آخری نشان ہیں۔ 711ء تک عرب افواج شمالی افریقہ پار کر کے بحراوقیانوس تک پہنچ گئی تھیں۔ وہاں سے وہ شمال کی طرف متوجہ ہوئے اور آخر اندلس کی وزگوتھک سلطنت اور آبنائے جبرالٹر کو بھی مسخر کر لیا۔

ایک بار تو ایسا لگتا تھا کہ مسلمان تمام عیسائی یورپ کو فتح کر کے رہیں گے، تاہم 722ء میں ٹارس کی مشہور جنگ میں جب ایک مسلم فوج فرانس کے وسط تک پہنچ گئی تھی، آخرکار فرانکس کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہو گئی۔ پھر بھی ایک صدی پر محیط مسلسل جنگ کے نتیجہ میں، پیغمبر اسلام (ﷺ) کے فرمان سے متأثر صحرائی بدوؤں نے ایک ایسی سلطنت قائم کر دی تھی، جس کی حدود ہندوستان سے بحراوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھیں اور اس سے زیادہ بڑی سلطنت دنیا نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ تمام مفتوحہ علاقوں میں فتح کے بعد ہر جگہ لوگ بہت بڑی تعداد میں (اسلام کے) اس

نئے عقیدہ کے حامل بن گئے۔''

مندرجہ بالا سطور میں ان دو مستشرقین کی مثالیں بیان کی گئی ہیں، جنھوں نے اسلام کا مطالعہ کافی حد تک غیر جانبداری سے کیا اور تعصب کا شکار ہونے کی بجائے صحیح اندازِ تحقیق اختیار کرکے، آخر حق کو پالیا۔ دوسری جانب مستشرقین کی وہ قسم ہے جو خود کو تعصب سے محفوظ نہیں رکھ سکی اور غیظ وغضب کا نمونہ بن کے رہ گئی۔ یہ لوگ مخالفتِ اسلام میں اس انتہا کو پہنچ گئے ہیں، جہاں حق وباطل میں فرق کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے اور محض مخالفت برائے مخالفت ہی مقصد زندگی بن جاتا ہے۔ یہ لوگ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت کا مطالعہ محض اس لیے کرتے ہیں کہ بزعم خویش ان کی خامیاں تلاش کر کے کم فہم اہل ایمان کو اسلام سے برگشتہ کر سکیں۔ ان کے تعصب اور اسلام سے جہالت کی ہزاروں مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں، مگر یہ مختصر مقدمہ اس طوالت کا متحمل نہیں ہوسکتا، لہٰذا صرف ایک مثال بیان کرنے پر اکتفا کروں گا۔

بدنامِ زمانہ امریکی عیسائی مصنف رابرٹ سپنسر (RABERT SPENCER) جو 27 فروری 1962ء کو امریکہ میں پیدا ہوا، اپنی اسلام مخالف تحریر وتقریر کے لیے مشہور ہے۔ 2006ء سے اب تک اس کی متعدد تصانیف منظرِ عام پر آچکی ہیں، جن میں THE TRUTH ABOUT MUHAMMAD سب سے پہلے طبع ومشتہر ہوئی۔ اس کی تحریریں اسلام اور عالم اسلام کے خلاف تعصب سے لبریز ہیں، جن میں سب سے زیادہ زہریلی کتاب DID MUHAMMAD EXIST? (کیا محمد (ﷺ) کا کوئی واقعی وجود تھا؟) 2012ء میں طبع ہوئی، جس میں اس نے تمام تر تاریخی مواد کی موجودگی کے باوجود یہ دعویٰ کیا ہے کہ پیغمبر اسلام سیّدنا محمد ﷺ کی شخصیت کے بارے میں جو کچھ اہل اسلام علم واعتقاد رکھتے ہیں، وہ محض افسانوی روایات ہیں، جن کا حقیقت کی دنیا سے کوئی تعلق نہیں (معاذ اللہ)۔ اس کے مکارانہ الفاظ نہایت رکیک اور قابل اعتراض ہی نہیں بلکہ بہت اشتعال انگیز بھی ہیں۔ اس بارے میں اس کے سب سے ہلکے الفاظ درج ذیل ہیں:

THERE IS IN FACT, CONSIDERABLE REASON TO QUESTION THE HISTROCITY OF MUHAMMAD. ALTHOUGH, THE STORY OF

MUHAMMAD , THE QURAN AND EARLY ISLAM IS WIDELY ACCEPTED, ON CLOSE EXAMINATION THE PARTICULARS OF THE STORY PROVE ELUSIVE. THE MORE ONE LOOKS AT THE ORIGIN OF ISLAM, THE LESS ONE SEES . (99)

’’ درحقیقت جناب محمد (ﷺ) کی تاریخیت (واقعیت) کے بارے میں سوال اٹھانے کی معقول وجہ ہے۔ اگرچہ محمد (ﷺ)، قرآن اور ابتدائے اسلام کا قصہ وسیع پیمانے پر قبولیت حاصل کر چکا ہے مگر گہرا جائزہ لینے پر اس قصے کے مشمولات مشکوک ثابت ہوتے ہیں۔ کوئی شخص ابتدائے اسلام کے بارے میں جتنا زیادہ پیچھے دیکھنے کی کوشش کرتا ہے، اتنا ہی کم دکھائی دیتا ہے۔‘‘

یہ ہے وہ زہر جو مستشرقین اہل مغرب کے ذہن میں صدیوں سے انجیکٹ کر رہے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ رابرٹ سپنسر رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے ناواقف ہے، یا اسے اپنے ہم مذہب مصنّفین کی ان تصنیفات کا علم نہیں، جو انہوں نے نبی ﷺ کی واقعیت و تاریخیت پر رقم کی ہیں بلکہ یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا جا رہا ہے، جس کا بنیادی مقصد اہل مغرب کو دین اسلام سے دور رکھنا ہے۔

رابرٹ سپنسر نے یہ کتاب DID MUHAMMAD EXIST? اس خوف کے زیر اثر لکھی ہے، جو تمام اہل مغرب کو لاحق ہے اور روز بروز شدید سے شدید تر ہوتا جا رہا ہے۔ وہ خوف یہ ہے کہ اگر مغربی ممالک میں اسلام کی تیز رفتار مقبولیت کے آگے بند نہ باندھا گیا، تو یہ سیل رواں صہیونیت و نصرانیت کے تمام بُت مسمار کر دے گا اور انہیں خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائے گا۔ مغربی تجزیہ کار اپنے حکمرانوں کو باور کرا چکے ہیں کہ اگر براعظم امریکہ و یورپ میں اسلام اسی شرح سے مقبول ہوتا رہا، جس شرح سے لوگ اسے آج قبول کر رہے ہیں، تو صرف دو یا تین دہائیوں میں امریکہ و یورپ کا سب سے بڑا مذہب اسلام ہوگا۔ غرض رابرٹ سپنسر کی کتاب، اسلام اور پیغمبر اسلام سیّدنا محمد ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر کے، اسلام کی مقبولیت کے آگے بند باندھنے کی ناکام کوشش ہے۔

رابرٹ سپنسر بخوبی جانتا ہے کہ مسلم علماء کے علاوہ غیر مسلم محققین و مؤرّخین بھی رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ پر مفصل روشنی ڈال چکے ہیں، جس کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کی تمام جزئیات جس شرح وبسط کے ساتھ دستیاب ہیں، کسی دوسرے پیغمبر علیہ السلام کی حیات طیبہ کی تفاصیل اس وسعت کے ساتھ دستیاب نہیں۔ خود رابرٹ سپنسر رقم طراز ہے:

THE NINEEEUTH-CENTURY SCHOLAR EARNEST RENAN CONFIDENTALLY CLAIMED THAT ISLAM EMERGED IN THE FULL LIGHT OF HISTORY." BUT IN TRUTH, THE REAL STORY OF MUHAMMAD, THE QURAN, AND EARLY ISLAM LIES DEEP IN THE SHADOWS.(100)

''انیسویں صدی کے عالم ارنسٹ رینن نے پورے وثوق کے ساتھ دعویٰ کیا ہے کہ اسلام تاریخ کی پوری روشنی میں ظہور پذیر ہوا مگر حقیقتاً محمد ﷺ، قرآن اور ابتدائی اسلام کی حکایت بہت سے سایوں کے نیچے گہرائی میں دفن ہے۔''

رابرٹ سپنسر کے نزدیک محمد عربی ﷺ کی حیاتِ طیبہ کی جو تفاصیل قرآن، حدیث اور تاریخ اسلام کی بیان کی گئی ہیں، وہ چنداں قابل التفات نہیں، کیونکہ یہ سب کچھ تراشیدہ افسانے ہیں (معاذ اللہ)، تاہم اس نے مطالبہ کیا ہے کہ ان تفاصیل کو آپ ﷺ کے عہد کے غیر اسلامی ادب سے ثابت کیا جائے۔

عرض یہ ہے کہ اہل اسلام بالخصوص صحابہ کرام، تابعین و اتباعِ تابعین نے سیرت الرسول ﷺ کو محفوظ کرنے کے لیے جو مساعی جمیلہ سرانجام دیں، ان کا اجمالی تعارف سابقہ سطور میں پیش کیا جا چکا ہے، ظاہر ہے اس موضوع سے جو شوق و شغف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خاصہ ہے، اس درجہ کا شوق و شغف اس عہد کے غیر مسلم مؤرّخین کے ہاں ملنا محال ہے۔ اس لیے یہ مطالبہ عبث ہے کہ سیرت الرسول ﷺ کی تمام جزئیات عہد رسالت ﷺ کے غیر اسلامی ادب سے پیش کی جائیں، جبکہ اس عہد کے غیر مسلم آپ ﷺ کے بدترین دشمن تھے، پھر وہ آپ کی حیات طیبہ کی تمام تفاصیل کیونکر جمع کرتے؟ ہاں جن غیر مسلموں سے آپ کا براہ راست سامنا ہوا، جیسے وسطی عرب کے بت پرست اور شمالی بازنطینی ریاست سلطنت روم کا بادشاہ ہرقل (HERCULEUS) وغیرہ، تو ان کے

شعرا یا مؤرخین کے ہاں سیّدنا محمد عربی ﷺ کا تذکرہ جا بجا ملتا ہے۔ زمانہ جاہلیت کے بعض شعراء اور ہرقل کی سوانح عمری آج بھی محفوظ ہے اور ان میں نبی ﷺ کا جامع تعارف دیکھا جا سکتا ہے۔

اس موضوع پر معروف محقق و مؤرخ رابرٹ ہالینڈ کی نہایت محققانہ کتاب "SEEING ISLAM AS OTHERS SAW IT" (اسلام کا وہ منظر لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا) قابل دید ہے، جس میں مصنف نے 620ء تا 780ء کے زمانہ میں مشرق وسطیٰ (عرب، اناطولیہ، فارس وغیرہ) کے حالات ان قدیم ترین مسودات سے نقل کیے ہیں، جو اسی زمانہ میں ضبط تحریر میں لائے گئے تھے۔ ان مسودات میں عموماً عرب و روم کی آویزش کی جزئیات بیان کی گئی ہیں۔ ان کے تفصیلی مطالعہ کے لیے درج ذیل لنک پر دیے گئے یونانی، سریانی، لاطینی اور آذربائیجانی مصادر و ماخذ دیکھے جا سکتے ہیں:

WWW.EN.WIKIPEDIA.ORG/WIKI/SEENING-ISLAM-AS-OTHERS-SAW-IT

یاد رہے کہ رابرٹ ہالینڈ کی مذکورہ بالا کتاب میں جن لوگوں کے مشاہدات بیان کیے گئے ہیں، وہ عموماً یہودی یا عیسائی تھے، لہٰذا ان کا اندازِ بیان حریفانہ ہے نہ کہ دوستانہ۔ البتہ ان کے بیانات سے یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہوگئی ہے کہ عہد رسالت کے غیر اسلامی ادب میں پیغمبر اسلام ﷺ کے وجود مسعود اور فتوحات کی خاطر خواہ شہادتیں موجود ہیں، جن کا انکار کوئی احمق ہی کر سکتا ہے۔ یہ شہادتیں تعداد میں اتنی زیادہ ہیں کہ حدِ تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔ ذیل میں صرف ایک مثال بیان کی جاتی ہے:

FRAGMENTS ON THE ARAB CONQUESTS کے عنوان سے ایک تحریر ہے جو سریانی زبان میں ہاتھ سے لکھی گئی ساتویں صدی عیسوی (تقریباً 636ء) کی ایک انجیل کے ابتدائی صفحات پر درج ہے، جس میں سیّدنا محمد عربی ﷺ کے خلفاء اور بازنطینی رومی سلطنت کے مابین ہونے والی بعض جنگوں کا تذکرہ ہے۔ اس میں درج ذیل الفاظ لکھے ہوئے ہیں:

> IN JANUARY, THE PEOPLE OF HOMS TOOK THE WORD FOR THEIR LIVES AND MANY VILLAGES WERE RAVAGED BY THE KILLING OF THE ARABS OF MUHAMMAD (MUHMD) AND MANY PEOPLE WERE SLAIN AND TAKEN PRISONER FROM GULILEE AS FAR AS BETH. (101)

’’جنوری میں حمص کے باشندوں نے اپنی جانوں کے لیے امان حاصل کی جبکہ بہت سے گاؤں محمد (ﷺ) کے بھیجے ہوئے عربوں کے ہاتھوں ہلاکتوں کی وجہ سے ویران ہو چکے تھے۔ بیتھ کی حدود تک گلیلی (طبرستان) کے بہت سے لوگ قتل کر دیے گئے تھے یا قیدی بنا لیے گئے تھے۔‘‘

مذکورہ بالا واقعات نبی اکرم ﷺ کی وفات (632ء) کے چند سال بعد سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ہیں، جب 14ھ میں دمشق فتح ہوا اور اس کے معاً بعد 15ھ میں اہل حمص پہلے تو قلعہ بند ہو گئے پھر انہوں نے صلح کر کے امان حاصل کر لی۔ امام احمد بن یحیٰ البلاذری (م۲۷۹ھ) نے فتوح البلدان میں یہ سب واقعات مفصل بیان کیے ہیں۔ امام ابوالفدا اسماعیل بن عمر ابن کثیر الدمشقی (م۷۷۴ھ) نے بھی البدایہ والنہایہ میں اسی طرح بیان کیا ہے۔(102)

ذیل میں چند مستشرقین کی کتب سیرت کا اجمالی تذکرہ کیا گیا ہے، جن میں پیغمبر اسلام محمد عربی ﷺ کو ایک زندہ حقیقت تسلیم کرتے ہوئے ان کے سوانح بیان کیے گئے ہیں۔ اگرچہ ان کتب میں نبی ﷺ کے بارے بعض نازیبا کلمات بھی پائے جاتے ہیں، مگر رابرٹ سپنسر کے باطل دعویٰ کی تردید کے لیے یہ کتب کافی ہیں:

AUTHORS	BOOKS	PUBLISHED
GUSTAV WEIL	MUHAMMAD DER PROPHET	1843
ALOYS SPRENGER	THE LIFE OF MUHAMMAD	1851
WILLIAM MUIR	THE LIFE OF MUHAMMAD HISTORY OF ISLAM	1851-1861
THEADOR NOLEKE	DAS LEBEN MUHAMMAD	1863
MAURICE GAVCLFROY	MAHOMET	1957
MAXIME RODINSON	MAHOMENT	1960
WILLIAM M. WATT	MUHAMMAD AT MAKKAH	1953
WILLIAM M.WATT	MUHAMMAD AT MADINA	1956
BETTY KELEN	MUHAMMAD: THE MESSENGER OF GOD	1975

ALFRED GUILLAUME	LIFE OF MUHAMMAD	1955
MICHAEL COOK	MUHAMMAD	1983
TOR ANDRAE	MUHAMMAD:THE MEN AND HIS FAITH	2000
FRANCIS E.PETERS	MUHAMMAD AND THE ORIGINS OF ISLAM	1994
CLINTON BENNETT	IN SEARCH OF MUHAMMAD	1998
IRVING M. ZEITLIN	THE HISTORICAL MUHAMMAD	2007
LEWIS LORD	THE LAST PROPHET	2008
RUSS RODGERS	THE GENERALSHIP OF MUHAMMAD	2012
ERNST CARL	FOLLOWING MUHAMMAD	2004
HARALD MOTZKI	THE BIOGRAPHY OF MUHAMMAD	2000

سیرتُ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موضوع پر لکھی جانے والی اس کتاب کے اصل مأخذ وہی ہیں جو سابقہ صفحات میں سیرت کے مأخذ کے طور پر بیان کیے گئے ہیں، تاہم سلف صالحین نے سیرت کے موضوع پر جو عظیم ذخیرہ چھوڑا ہے، اسے بھی ہمہ وقت پیشِ نظر رکھا گیا ہے، تاکہ متعارض روایات میں سے صحیح وراجح کا تعین ٹھیک کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ راقم کو اس کتاب کی تکمیل واشاعت کی توفیق عطا فرمائے اور اس کاوش کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے راقم کے لئے ہدایت اور مغفرت کا ذریعہ بنادے۔ آمین

رمضان المبارک اور دعا

شیخ عمر فاروق

عَـنُ أَبِی هُرَیُرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((ثَلاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعُوَتُهُمُ: الـصَّـائِـمُ حَتّٰـی یُفُطِرَ، وَ الْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَدَعُوَةُ الْمَظُلُومِ، یَرُفَعُهَا اللّٰهُ فَوُقَ الْغَمَامِ، تُفُتَحُ لَهَا أَبُوَابُ السَّمَاءِ، وَیَقُولُ الرَّبُّ: وَعِزَّتِی وَجَلاَلِیُ لَأَنُصُرَنَّكَ وَلَوُ بَعُدَ حِینٍ)) (رواہ احمد الترغیب و الترھیب، کتاب الصوم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین قسم کے لوگوں کی دعا ردّ نہیں کی جاتی ہے: (پہلا) روزہ دار جبکہ روزہ افطار کرتا ہے، (دوسرا) عدل وانصاف کرنے والا حاکم، (تیسرا) مظلوم کی دعا، (ان کی دعا) اللہ تعالیٰ بادلوں سے بھی اوپر اٹھالیتا ہے ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رب تعالیٰ فرماتا ہے، میری عزت اور جلال کی قسم! میں تیری ضرور بضرور مدد کروں گا خواہ تھوڑی دیر کے بعد ہی (کہ اس تاخیر میں بھی تمہارا بھلا مقصود ہوگا)''۔

ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے۔

ثَلَاثٌ حَـقٌّ عَـلَـی الـلّٰـهِ أَن لا یَـرُدُّ لَهُـمُ دَعُوَةً: الصَّائِمُ حَتّٰی یُفُطِرَ وَ الْمَظُلُومُ حَتّٰی ینُتصرَ وَ الْمُسافِر حتّٰی یُرجِعَ۔ (رواہ البزار)

تین شخص ایسے ہیں کہ ان کی دعا، اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتا ہے: روزہ دار جب تک وہ افطار نہ کرے، اور مظلوم کی جب تک اس کی مدد نہ ہوا اور مسافر کی جب تک وہ حالت سفر میں رہے

(اور بعض روایات میں آتا ہے کہ والد کی اپنی اولاد کے لیے دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔)

دعا کی حقیقت

"اَلدُّعَاء" (دعا، یدعو، دعاء) کا لغوی معنی پکارنا، بلانا، مدد طلب کرنا، سوال کرنا۔ اور شرعی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغاثہ اور عرض معروض کرنا۔ اور دعا کی حقیقت دو چیزوں سے مرکب ہے، اللہ کے حضور اپنی عبودیت، غلامی، عجز اور بے بسی کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کی قدرت، رحمت اور عظمت وجلال کا اقرار، انسان جب اپنی بندگی و پستی اور اللہ تعالیٰ کی آقائی و بالادستی کے زندہ شعور اور احساس کے ساتھ اس کی بارگاہ میں عرض و نیاز کر کے اس سے اپنی ضروریات طلب کرتا ہے پھر اپنے دکھوں اور تکلیفوں کا ازالہ چاہتا ہے تو دعا کی حقیقت وجود میں آتی ہے۔

دعا فطرت کی آواز ہے

انسان اپنی تمام تر قوت و طاقت کے باوجود کمزور اور بے بس ہے اس کی بے بسی کا اندازہ اس سے لگایئے کہ آنکھ میں کوئی ذرہ پڑ جائے تو کسی کروٹ چین نہیں ہے، دانت اور کان میں درد ہونے لگے تو کسی پہلو آرام نہیں ہے۔ شدید بخار آجائے تو کراہنے لگتا ہے، کسی حادثہ میں چوٹ آجائے اور زخم لگ جائے تو چیخنے اور پکارنے لگتا ہے، گرمی کی شدت میں چند گھنٹے پانی نہ ملے تو تڑپنا شروع کر دیتا ہے، بارانِ رحمت کا نزول نہ ہو اور کھیتیاں خشک ہونے لگیں تو حواس باختہ ہو جاتا ہے اور ہر طرف موت کے سائے منڈلانے لگتے ہیں، اس کی کشتیاں اور جہاز بھنور میں پھنس جائیں تو پریشان حال ہو جاتا ہے، اس وقت وہ ایسی قوت کا متلاشی ہوتا ہے، جو اسے مشکلات کے بھنور سے نکالے، اس کی تکالیف کو دور کرے اس کی پریشانیاں مٹائے، اس کے دکھوں کا مداوا بنے، اسے غرق ہونے سے بچا کر کنارے پر لگائے، اس کے رستے زخموں پر مرہم لگائے۔

جو اسے ان مصائب سے نجات دلا کر آسودگی اور راحت سے ہمکنار کر دے قرآن حکیم اس فطرت کی آواز کو یوں بیان کرتا ہے۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ

''بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے اور (کون اس کی) تکلیف کو دور کرتا ہے اور (کون) تم کو زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے (یہ سب کچھ اللہ ہی کرتا ہے) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود برحق بھی ہے؟ (ہرگز نہیں مگر) تم بہت کم غور کرتے ہو''

غیر معمولی مشکلات و مصائب میں مشرکین کی حسِ باطنی بھی جاگ اٹھتی ہے اور وہ خالص اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ

''جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس سے دعا مانگتے ہیں، پھر جب وہ انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یکا یک یہ شرک کرنے لگتے ہیں (فطرت کی آواز کی خلاف ورزی شروع کر دیتے ہیں)۔''

دعا صرف اللہ تعالیٰ سے کی جائے

جب مشکلات و مصائب میں صرف اور صرف رب کائنات نجات دیتا ہے اور دلاتا ہے اور زندگی کی ہر راحت و آرام وہی عطا کرتا ہے تو صرف اور صرف اسے ہی پکارا جائے، وہ کہاں اور کب ملتا ہے قرآن جواب دیتا ہے:

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ

''اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو (کہیے) میں قریب ہوں اور (ہر) عرضی درخواست کرنے والا جب وہ میرے حضور درخواست دے

منظور کر لیتا ہوں (اور وہ بھی اپنی بندگی کا ثبوت دیتے ہوئے) میرے احکام بجا لائیں (جو سراسر حکمت پر مبنی ہیں اور انہیں دنیا و آخرت میں کامیابی دلاتے ہیں) اس طرح وہ ہدایت سے ہمکنار ہو جائیں۔"

اس آیت مبارکہ سے قبل روزوں کا بیان تھا اور اس کے بعد بھی مسائل صوم کا ذکر ہے حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

"رمضان المبارک کے احکام و مسائل کے درمیان دعا کا مسئلہ بیان کر کے یہ واضح کر دیا گیا کہ رمضان میں دعا کی بھی بڑی فضیلت ہے، جس کا خوب اہتمام کرنا چاہیے، خصوصاً افطاری کے وقت کو قبولیت دعا کا خاص وقت بتلایا گیا ہے، تاہم قبولیت دعا کے لیے ضروری ہے کہ ان آداب و شرائط کو ملحوظ رکھا جائے جو قرآن و حدیث میں بیان ہوئے ہیں جن میں سے دو (اس آیت مبارکہ) میں بیان کیے گئے ہیں، ایک اللہ پر صحیح معنوں میں ایمان اور دوسرا اس کی اطاعت و فرمانبرداری، اسی طرح احادیث میں حرام خوراک سے بچنے اور خشوع و خضوع کا اہتمام کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ (تفسیر احسن البیان)

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان:30)

اور رسول کہے گا کہ اے میرے رب! بے شک میری اُمت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا

- ☆ میں قرآن ہوں کیا تمھیں نہیں معلوم؟
- ☆ میں قرآن ہوں کیا مجھ پر ایمان نہیں لاو گے؟
- ☆ میں اللہ کا کلام ہوں کیا تم مجھے نہیں پڑھتے؟
- ☆ میں قرآن ہوں کیا تم مجھے زندگی کا دستورالعین نہیں بنا سکتے؟
- ☆ میں قرآن ہوں کیا تم میرے حروف کی نیکیاں نہیں کمانا چاہتے؟
- ☆ میں قرآن ہوں کیا تم میری شفاعت نہیں چاہتے؟
- ☆ میں قرآن ہوں کیا تم مجھ سے مانوس نہیں ہونا چاہتے؟
- ☆ میں قرآن ہوں کب تک مجھے گلے میں تعویذ بنا کر لٹکاو گے؟
- ☆ میں قرآن ہوں کب تک مجھے پس پشت پھینکو گے؟

اللہ قرآن کو ہمارے دلوں کا نور اور سینوں کا بہار اور حساب والے دن شفیع بنائے۔

احکام عیدالفطر

(ماخوذ از کتابچہ احکام ومسائل رمضان المبارک
شائع کردہ: جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد)

عید کے دن کی فضیلت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ بندوں کی وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جو اپنا کام پورا کر دے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ایسے مزدور کا بدلہ یہ ہے کہ اس کی مزدوری پوری دے دی جائے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! یہ میرے بندے اور بندیاں انہوں نے میرے فریضے کو پورا کر دیا ہے، پھر فریاد کرتے ہوئے (عیدگاہ کی طرف) نکل آئے ہیں۔ میری عزت، میرے جلال، میرے کرم، میری بلندیٔ شان اور میرے عالی مقام کی قسم میں ان کی دعا کو ضرور قبول کروں گا۔ پھر حق تعالیٰ فرماتے ہیں جاؤ! میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان (عیدگاہ سے) اس حالت میں واپس ہوتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔'' (بیہقی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو ملائکہ گلیوں کے کناروں پر کھڑے ہوتے ہیں اور ندا دیتے ہیں: ''اے مسلمانو! اس ربّ کریم کی طرف چلو جو بہت خیر کی توفیق دیتا ہے، پھر اس پر خوب ثواب دیتا ہے۔ اے بندو! تمہیں رات کی تراویح کا حکم دیا گیا تم

نے تراویح کو پڑھا، تمہیں دن کے روزوں کا حکم دیا گیا تم نے روزے رکھے اور تم نے اپنے ربّ کی اطاعت کی۔ لہٰذا (آج) تم اپنے انعامات لے لو۔ پھر جب لوگ نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ایک منادی ندا دیتا ہے، تمہارے رب نے تمہاری مغفرت کر دی ہے، اپنے گھروں کی طرف ہدایت لے کر لوٹ جاؤ۔'' (الترغیب والترہیب)

عید کی رات کی فضیلت: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص عیدین کی رات کو ثواب کی نیت سے جاگ کر عبادت کرے اس کا دل اس دن بھی مردہ نہیں ہوگا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔ (الترغیب)

عید کے دن کیا کرنا چاہئے:

(۱) مسواک کرنا (۲) بال اور ناخن وغیرہ صاف کرنا (۳) غسل کرنا (۴) خوشبو لگانا (۵) اپنے پاس جو کپڑے موجود ہیں، ان میں سے جو اچھے اور خوبصورت ہوں وہ پہننا۔ (۶) نماز عیدالفطر کے لئے آنے سے پہلے کوئی چیز کھانا۔ (۷) کھجور یا کوئی میٹھی چیز جو میسر ہو اس کا کھانا افضل ہے۔ (۸) نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا (جس پر واجب ہو) (۹) عید گاہ پیدل جانا مستحب ہے (عید گاہ زیادہ دور ہو تو سواری پر آنے میں بھی مضائقہ نہیں)۔ واپسی پر پیدل آنا مستحب نہیں، سوار ہونے کی بھی گنجائش ہے۔ (۱۰) نماز عیدالفطر کے لئے جاتے ہوئے تکبیرات بلند آواز سے نہیں پڑھنی چاہئیں آہستہ پڑھی جا سکتی ہیں۔ (۱۱) نماز عید کے لئے جلدی گھر سے چلنا (امام و خطیب اس سے مستثنٰی ہیں، ان کو بروقت پہنچنا چاہئے)۔ (۱۲) نماز فجر کے بعد نماز عید تک کسی قسم کے نفل نہیں پڑھنے چاہئیں۔ نہ عید گاہ میں اور نہ عید گاہ کے علاوہ کسی اور جگہ میں۔ البتہ نماز عید کے بعد ظہر کے وقت تک عید گاہ کے علاوہ کسی اور جگہ پڑھے جا سکتے ہیں۔ (۱۳) راستہ بدل کر عید گاہ سے واپس جانا۔ (۱۴) ملنے والوں کے سامنے بشاشت اور خوشی کا اظہار کرنا۔ (۱۵) احباب سے ملاقات کرنا۔ (۱۶) ملنے والوں کو مبارک باد دینے میں بھی مضائقہ نہیں۔ (۱۷) عمامہ اور جبہ وغیرہ ہو تو پہننا۔ (۱۸) اپنی ہمت کے مطابق عام دنوں سے زیادہ صدقہ و خیرات کرنا، غرباء کی دلجوئی کرنا اور ان کو خوشی میں شریک رکھنا۔ (۱۹) بچوں کی تحسین و تزئین کرنا۔ لیکن اس مقصد کے لیے ناجائز طریقہ اختیار کرنا یا اسراف و فضول خرچی جائز نہیں۔

(یہ آداب و مستحبات شامی ص ۱۶۸ ج ۲، المجموع شرح المہذب ص ۲ تا ص ۲۹ ج ۵ وغیرہ سے لیے گئے ہیں)

عید کے موقعہ پر کن کاموں سے بچنا چاہیے

(۱) عموماً عید کی رات جس کی فضیلت پہلے بیان ہو چکی ہے فضول لغویات بلکہ گناہوں میں برباد ہو جاتی ہے بازاروں میں گھوم کر رات گزار دی جاتی ہے جہاں بے پردگی، لغویات، گانے بجانے کا سیلاب ہوتا ہے۔ اس رات میں نیک کام کرنے چاہئیں۔ یا کم از کم گناہوں سے بچنا تو بہت ضروری ہے۔ عشاء اور فجر کی جماعت کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔

(۲) عید کارڈ بھی کئی قباحتوں اور برائیوں کا مجموعہ ہے، اس سے بھی بچنا چاہئے۔ مثلاً:
O اسراف و فضول خرچی O بہت کارڈوں پر جاندار کی تصاویر ہوتی ہیں جو حرام ہیں۔ O نامحرم عورتوں کی فحش تصاویر ہوتی ہیں۔ O بعض ''بسم اللہ'' یا آیات قرآنی جو لکھی ہوتی ہیں۔ وصول ہونے کے بعد ان کا احترام نہیں کیا جاتا۔
اس جیسی برائیوں کی وجہ سے عید کارڈ بھیجنے کا سلسلہ بند ہونا چاہئے۔

(۳) عید کی تیاری میں رمضان المبارک کے قیمتی لمحات ضائع ہونے سے بچائے جائیں۔

(۴) ''عید کی تیاری'' کی دوڑ میں شریک ہونے کے لئے اپنی ہمت سے زیادہ روپیہ خرچ کرنا، قرض لینا یا اس سے بھی بڑھ کر حرام ذرائع آمدنی سے آمدنی بڑھانے کی فکر کرنا جائز نہیں۔ اس سلسلے میں خاص احتیاط چاہیے۔

(۵) عید کے دن عید کی سنت سمجھ کر معانقہ کرنا اس کا کسی دلیل شرعی سے ثبوت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ

''جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھ لیے یہ ایسے ہو گیا جیسا کہ اس نے سال بھر کے روزے رکھ لیے''

(مسلم عن ابی ایوب الانصاری)

علامہ اقبال، اکابر علماءِ حق اور قادیانیت

خادم ختم نبوت محمد سھیل باوا

(بشکریہ: ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان، جنوری 2016ء)

قادیانی ہر دور میں مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کی گاڑی کو چلانے کے لئے سازشیں کرتے آئے ہیں، بس کوشش یہی کی کہ کسی طرح مرزا قادیانی کی متعفّن لاش سے خوشبو آنے لگے۔ جب قادیانی اپنی سرگرمیوں کو رُکتا ہوا دیکھتے ہیں تو اس وقت قادیانیوں کے پاس ایک ہی حربہ رہ جاتا ہے کہ اُن کے بول کوئی اور بولیں۔ بس موقعے کی تلاش اور تاڑ میں ہوتے ہیں کہ کوئی مسلم یا غیر مسلم یا سادہ لوح مسلمان یا دین سے بیزار سرکردہ رہنما یا پھر معروف و مشہور تاجر، زرخرید صحافی و دانشور کسی طرح ان کے ہتھے چڑھ جائے تاکہ یہ لوگ قادیانیوں کی ہر اعلیٰ سطح کے اجلاس اور فورم پر بھرپور نمائندگی کریں۔ اکثر یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر کوئی ایک دفعہ ان لوگوں کے ہتھے چڑھ جائے تو پھر ان کی واپسی کافی مشکل ہوتی ہے۔ یہ ساری پلاننگ اس لیے کی جاتی ہے تاکہ دین اور علماء سے دور طبقے پر رعب ڈالا جاسکے، دوسرے بااثر رہنماؤں کو جال میں پھنسایا جاسکے اور قادیانی بنانے کی مہم کا راستہ ہموار کیا جاسکے۔

اسی طرح کی ایک نمایاں شخصیت شاعرِ مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم ہیں۔ جن کے بارے میں قادیانیوں کی ہمیشہ بڑی کوشش رہی ہے کہ علامہ کا خصوصی تعلق قادیانیت سے ثابت کرسکیں، لیکن انھیں اس کوشش میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ بات قادیانی لٹریچر میں بڑی شدت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ اقبال تو ہمارے ساتھ اچھے بھلے چل رہے تھے، ''احراریوں'' نے انھیں

ورغلا کر ہمارے خلاف کر دیا۔ ان کے بقول چوہدری افضل حق، سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ آئے دن اقبال کے ہاں چلے آتے اور انہیں اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتے رہتے، بالآخر وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوگئے اور اقبال ''احراریوں'' کے ہتھے چڑھ کے ان کے ہمنوا ہوگئے۔

اقبال مرحوم کو ورغلانا یا گمراہ کرنا تو اقبال مرحوم کی توہین ہے جس کے قادیانی خواہشمند تھے۔ قادیانیوں کو اصل تکلیف اس بات سے ہوئی کہ ان لوگوں کے ہاتھ سے بہت بڑا شکار چھوٹ گیا، جو وہ کرنا چاہتے تھے۔ شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال مرحوم اپنے بلند پایہ ملّی افکار کی وجہ سے ہمارے جدید حلقوں میں مرجع عقیدت سمجھے جاتے ہیں۔ ہاں البتہ یہ بات درست ہے کہ علامہ مرحوم اور ان بزرگوں کے درمیان اکثر ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں، ان ملاقاتوں میں ظاہر ہے کہ ختم نبوت کے موضوع پر بھی ان کے درمیان بات چیت ہو جاتی تھی۔ کیونکہ علامہ مرحوم کی زندگی میں یہ ایک نمایاں بات تھی کہ جب کبھی دین کے کسی مسئلے کے بارے میں کہیں اِبہام یا تشکیک کا کوئی پہلو ہوتا تو وہ علماء کرام سے رابطہ قائم کر کے ان سے مشاورت کر لیتے تھے۔ اس ضمن میں خصوصی طور پر دارالعلوم دیوبند کے ایک مردِ قلندر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا نام مختلف کتابوں میں اکثر آیا ہے کہ علامہ اقبال مرحوم کے اُن سے عقیدت و ارادت کے خصوصی تعلقات تھے۔ اس سلسلے میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے ڈاکٹر اقبال نے کہا کہ اثباتِ باری تعالیٰ پر نیوٹن نے بڑی عمدہ کتاب لکھی ہے، میں نے کہا کہ نیوٹن کی پندرہ تصانیف دیکھی ہیں، میں نے جو رسالہ لکھا ہے اور جو اس میں دلائل قائم کیے ہیں، ''ضرب الخاتم علی حدوث العالم'' اور ''مرقاۃ طارم'' اس کو نیوٹن نہیں پہنچ سکا، پھر اقبال نے ضرب الخاتم مجھ سے لے لی اور اس نے بہت سے خطوط لکھ کر ضرب الخاتم کو مجھ سے سمجھا، میرے نزدیک ضرب الخاتم کو اقبال سمجھے اسے کوئی مولوی نہیں سمجھ سکا۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے فیضانِ صحبت نے فطرتِ اقبال کے اس پہلو کی مشاطگی کی تھی اور ان کے سوزِ جگر نے اقبال مرحوم کو قادیانیت کے مقابل شعلۂ جوّالہ بنا دیا تھا۔ چنانچہ علامہ اقبال مرحوم جدید تعلیم یافتہ طبقے میں پہلے شخص تھے جن کو فتنۂ قادیانیت کی سنگینی نے بے چین کر رکھا تھا۔

علامہ اقبال مرحوم کا ایک طالب علمانہ انداز:

پنجاب کے خصوصاً اور ہندوستان کے عموماً انگریزی تعلیم یافتہ طبقے میں قادیانی فتنے کی شرانگیزی کا جو احساس پایا جاتا تھا اس میں سب سے بڑا کردار، علامہ اقبال مرحوم کے اس لیکچر کا ہے جو ختم نبوت پر ہے اور ساتھ ہی اس مقالہ کا ہے جو انگریزی میں قادیانی گروہ کے بارے میں شائع ہوا تھا، لیکن یہ شاید کم لوگوں کو معلوم ہے کہ دونوں تحریروں کا اصل باعث حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ انجمن خدام الدین کے کسی سالانہ اجتماع میں شرکت کی غرض سے لاہور تشریف لائے تو علامہ اقبال مرحوم سے خود ملاقات کے لئے اُن کی قیام گاہ پر تشریف لائے پھر ایک دن اپنے ہاں رات کے کھانے پر مدعو کیا۔ دعوت نامہ کی عبارت تاریخی دستاویز کے طور پر پیش خدمت ہے۔

عریضۂ اقبال بخدمت مولانا انور شاہ کشمیری

مخدوم ومکرم حضرت قبلہ مولانا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے ماسٹر عبداللہ صاحب سے ابھی معلوم ہوا کہ آپ انجمن خدام الدین کے جلسے میں تشریف لائے ہیں اور ایک دو روز قیام فرمائیں گے۔ میں اسے اپنی بڑی سعادت تصور کروں گا اگر آپ کل شام اپنے دیرینہ مخلص کے ہاں کھانا کھائیں، جناب کی وساطت سے حضرت مولوی حبیب الرحمٰن صاحب، قبلہ عثمانی حضرت مولوی شبیر احمد صاحب اور جناب مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کی خدمت میں یہی التماس ہے۔ مجھے امید ہے کہ جناب اس عریضے کو شرفِ قبولیت بخشیں گے۔ آپ کو قیام گاہ سے لانے کے لئے سواری یہاں سے بھیج دی جائے گی۔ (اقبال نامہ، حصہ دوم، ص 257)

دعوت تو صرف ایک بہانہ تھا، ورنہ اصل مقصد علمی استفادہ تھا چنانچہ کھانے سے فراغت کے بعد علامہ اقبال مرحوم نے ختم نبوت کا مسئلہ چھیڑ دیا جس میں کامل ڈھائی گھنٹہ تک گفتگو ہوتی رہی، علامہ اقبال مرحوم کی عادت یہ تھی کہ جب وہ کسی اسلامی مسئلہ پر کسی بڑے عالم سے گفتگو کرتے تو بالکل طالب علمانہ انداز اختیار کرتے۔ مسئلہ کا ایک ایک پہلو سامنے لاتے اور اپنے اشکالات کھل کر بیان کرتے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہی طرز اختیار کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے علامہ اقبال مرحوم کے سوالات کو بڑے

اطمینان اور تحمل سے سنا، اس کے بعد ایک جامع اور مدلل تقریر کی کہ علامہ اقبال مرحوم کو تمام مسائل پر کلی اطمینان ہو گیا جو کچھ خلش ان کے دل میں تھی وہ جاتی رہی۔ اس کے بعد انھوں نے ختم نبوت پر وہ لیکچر تیار کیا جو اُن مجموعہ میں شامل ہے، اور قادیانی گروہ پر ہنگامہ آفریں مقالہ سپرد قلم فرمایا، جس نے انگریزی اخبارات میں شائع ہو کر پنجاب کی فضاؤں میں تلاطم برپا کر دیا۔ علامہ اقبال مرحوم کا جب یہ مراسلہ شائع ہوا تو ہندوستان کے نامور رسابق وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے سوال کیا کہ مسلمان قادیانیوں کو اسلام سے جدا کرنے پر آخر کیوں اصرار کرتے ہیں؟ جب کہ قادیانی بھی مسلمانوں کے بہت سے فرقوں کی طرح انھی کا ایک فرقہ ہیں۔ تو علامہ اقبال مرحوم نے ان کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہم سب اس بات پر اس لئے مصر ہیں کہ قادیانی گروہ نبی عربی ﷺ کی امت میں سے نئی ہندی امت کو تراشنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کہا کہ ہندوستان میں اسلام کی حیات اجتماعیہ کے لئے یہ گروہ نہایت خطرناک ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے بعض اور لیڈر بھی قادیانی گروہ کو آگے لانا چاہتے تھے، کیونکہ قادیانیت کے پھیلاؤ سے ہندوستان کی عظمت اور تقدس میں اضافہ ہوگا اور مسلمان اپنا رخ حرمین شریفین سے پھیر کر ہندوستان کو اپنا قبلہ اور روحانی مرکز قرار دے لیں گے اور جیسا کہ ان لیڈروں کا خیال تھا اس سے مسلمانوں کے دلوں میں وطن پرستی کی جڑیں مضبوط ہو جائیں گی۔ ایک اور بات جو کہ قابل توجہ ہے کہ جن دنوں پاکستان میں قادیانیت کے سد باب کی تحریک چل رہی تھی، ہندو اخبارات کی قادیانیوں کے ساتھ غیر معمولی ہمدردی دیکھنے میں آئی، ان اخبارات نے قادیانیوں کی تائید میں مضامین شائع کیے۔ اپنے قارئین کو مجبور مسلمانوں کے مقابلے میں قادیانیوں کا مؤید اور ہمنوا بنانے کی کوشش کی اور یہاں تک کہا (اور درست کہا) کہ پاکستان میں قادیانیوں اور مسلمانوں کی یہ کشمکش دراصل عربی نبوت اور ہندی نبوت کی کشمکش ہے اور دو مختلف نبوتوں کے پیروکاروں کی کشمکش ہے۔

کشمیر کے بتیس لاکھ مسلمان اور مفکر پاکستان علامہ اقبال مرحوم:

کشمیر کے مسلمانوں کی حالت زار کو سنوارنے کے لیے مسلمانانِ ہند نے ایک کشمیر کمیٹی قائم کی، جس کا سربراہ مرزا قادیانی کا بیٹا اور قادیانیوں کا نام نہاد دوسرا خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کو بنایا گیا، جبکہ مفکرِ پاکستان علامہ اقبال مرحوم کو اس کا جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ چونکہ

کشمیر میں مسلم اکثریت تھی اور انھی کے مطالبہ پر اس کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا تھا اس لئے مسلم اہلِ بصیرت حلقوں میں قادیانی خلیفہ کے تقرر سے ہیجان پیدا ہونے لگا۔ اوّل تو اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے تصفیہ طلب مسائل کے حل کے لئے ایک قادیانی کا تقرر اس بات کا اعلان کرنا تھا کہ قادیانی مسلمان ہیں۔ حالانہ قادیانی روزِ اوّل سے ہی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، اس لئے بشیر الدین محمود قادیانی یا تو کشمیر کے مسلم اکثریت کے ایمان کو تباہ و برباد کرنے کے درپے تھا یا پھر اپنی قادیانی سرگرمیوں میں ناکامی کے باعث مسلمانوں کے مسائل کو کمیٹی کی سطح پر خوفناک نقصان پہنچانا چاہتا تھا، عام مسلمانوں نے کشمیر کمیٹی کے اس امکانی بحران کی طرف توجہ ہی نہ کی، کشمیر کے اس پس منظر کو اس وقت کوئی نہیں سمجھتا تھا اور قادیانیوں کے مدّ مقابل کوئی منظّم عوامی تحریک بھی نہ تھی۔ صرف رسائل کی حد تک دلائل سے جواب دیے جا رہے تھے جس سے مسلمان عوام کا قادیانیوں کے بارے میں علم نہ ہونے کے برابر تھا۔ خصوصاً ماڈریٹ طبقہ کو اس طرف خیال ہی نہیں گیا یہی وجہ تھی کہ علامہ اقبال مرحوم جیسی شخصیت بھی کشمیر کمیٹی میں شامل ہو گئے اور قادیانیوں کو مسلمانوں کو علامہ اقبال مرحوم کا نام لے کر گمراہ کرنا آسان نظر آنے لگا، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اس صوتِ حال سے کافی مضطرب ہو گئے، ان خطرات و اندیشوں کی وجہ سے آپ نے اس تقرر کے خلاف اوّل تو کشمیر کے بعض ذمہ داروں کو احتجاجی خطوط ارسال فرمائے، ساتھ ہی مجلس احرار کو ہمہ گیر احتجاج پر آمادہ و تیار کیا۔ علامہ اقبال مرحوم نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے ہمیشہ اپنی تشنگی کو مٹانے کی کوشش میں اپنے علمی سفر کو جاری رکھا ہوا تھا، لیکن اب تک قادیانیت کے مضر پہلوؤں سے تقریباً ناواقف تھے۔ اسی زمانہ میں حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ اقبال مرحوم کو طویل خط لکھ کر فتنۂ قادیانیت کی زہر آلودگی سے مطلع کیا، انھی حالات کو دیکھ کر مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں نے بھی محسوس کیا کہ کئی لوگ غلط فہمی کی وجہ سے قادیانیوں کے جال میں آجائیں گے، خصوصاً مفکر پاکستان کا قادیانیوں کی صدارت میں کشمیر کمیٹی کا ممبر بن جانا مسلمانوں کے لئے غلط فہمی کا باعث بن سکتا ہے کیونکہ علامہ اقبال مرحوم ہماری قوم کا اثاثہ ہیں انہیں کسی طریقہ سے اصل حقیقت سے آگاہ کیا جائے۔ ادھر مرزا بشیر الدین محمود مذہبی لبادہ میں شاطرانہ چال کھیلنے کی کوشش میں تھا اور خواب دیکھ رہا تھا کہ کسی طرح کشمیر ہمارے قبضہ

میں آجائے۔ کشمیر میں قادیانیوں کی اتنی دلچسپی کیوں تھی جہاں اور وجوہات ہوسکتی ہیں ان میں ایک وجہ یہ تھی کہ مرزا غلام قادیانی نے اپنی کتاب کشتی نوح، صفحہ 235 جلد: 18 میں لکھا:

''عیسیٰ ابن مریم فوت ہوگئے اور کشمیر سری نگر محلّہ خانیار میں ان کی قبر ہے''

ان عقائد کے پیش نظر قادیانیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ اس تحریک کی قیادت ان کے قبضے میں آجائے اور مسلمانوں کے حقوق کی جنگ کے بہانے وہ اپنے آپ کو مسلمان باور کرالیں۔ اس طریقہ سے مسلمانوں کے اندر ہمارا شمار بھی ہو جائے گا اور کشمیر بھی ہمارے ہاتھ آجائے گا۔ احرار رہنماؤں نے فوراً ایک وفد تیار کیا جس میں چودھری افضل حق، مولانا داؤد غزنوی اور امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ شامل تھے۔ وفد نے علامہ اقبال مرحوم سے کہا: ''کیا آپ نے بھی قادیانی قیادت کو تسلیم کرلیا ہے؟ اگر آپ کی دیکھا دیکھی کشمیر کے بتیس لاکھ مسلمان قادیانی ہوگئے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور آپ مجرم ہوں گے۔ نیز قادیانی دوسرے مسلمانوں پر بھی گمراہ کن اثر ڈالیں گے، لہٰذا آپ ان سے علیحدگی کا اعلان کریں۔'' چنانچہ اس سے دوسرے روز لاہور برکت علی ہال میں کشمیر کمیٹی کا اجلاس بلایا گیا۔ علامہ اقبال مرحوم قادیانیوں کے علاوہ باقی شرکاء اجلاس پر اپنا اثر استعمال کر کے بشیر الدین محمود قادیانی کو کشمیر کمیٹی سے نکال دیا۔ اور صدارت خود سنبھال لی۔ جس سے 3 اگست 1931ء کو الگ ہو کر کشمیر کی تمام تر ذمہ داری احرار کے سپرد کردی۔ اس استعفے کا تفصیلی ذکر علامہ اقبال مرحوم نے 6 جون 1933ء کو اپنے پریس بیان کرتے ہوئے کہا کہ:

''بدقسمتی سے کشمیر کمیٹی میں بعض ایسے ممبر ہیں جو اپنے مذہبی پیشوا بشیر الدین قادیانی کے علاوہ کسی اور کی اطاعت تسلیم نہیں کرتے اور یہ امر اس بیان سے ظاہر ہے جو کام میر پور کے مقدمات میں ان کے سپرد کیا گیا تھا اس پر انہوں نے کہا کہ ہم نے جو کچھ کیا وہ صرف اپنے مذہبی پیشوا بشیر الدین قادیانی کے حکم کی تعمیل میں کیا تھا۔''

مفکر پاکستان علامہ اقبال مرحوم کو قادیانیت کا اصل چہرہ اب نظر آیا اور یہ حقیقت ہے کہ علامہ اقبال مرحوم کی قادیانیت کے مدمقابل اور ان کی تردید وجدوجہد کا آغاز کشمیر کمیٹی کے قیام کے بعد قادیانیوں کی حقیقت واضح ہوجانے کے بعد ہوا۔

قانون اور حقوقِ نسواں

محمد دین جوہر
(ہفت روزہ اخبار اکبر، 11 اپریل 2016ء، صادق آباد رحیم یار خان)
مرسلہ: جناب اویس پاشا قرنی صاحب کراچی

دو انسانوں کے درمیان ہر رشتے کے صرف دو ہی سرے نہیں ہوتے، بلکہ تین کونے ہوتے ہیں۔ تیسرے کونے پر اگر خدا ہو تو وہ رشتہ اخلاقی ہوتا ہے اور اگر ریاست ہو تو وہ رشتہ قانونی ہوتا ہے۔ قانونی ہوتے ہی انسانی رشتے کا ہر طرح کی اقدار سے تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ کوئی انسانی رشتہ بیک وقت قانونی اور اخلاقی نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے۔ اخلاقی رشتوں کا اصل دائرہ خونی رشتے اور ہمسائیگی ہے۔ اچھی معاشرت انہی اخلاقی رشتوں سے وجود میں آتی ہے۔ اگر سارے انسانی رشتے قانونی ہو جائیں تو معاشرت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اخلاقیات معاشرے کا مسئلہ ہے اور قانون ریاست کا۔ ریاست گلی اور گھر کے دروازے تک پھیلی ہوتی ہے اور اگر ریاست بیڈروم میں بھی آ جائے تو اس کا مطلب ہے کہ اخلاقی معاشرہ ختم ہو گیا ہے اور قانونی معاشرہ قائم ہو گیا ہے۔ قانونی معاشرے میں انسانی رشتے مزاج اور مفاد کے تابع، اخلاق سے لاتعلق اور شائستگی سے پر ہوتے ہیں۔ اخلاقی معاشرے میں ہر وقت نگہداری کی ضرورت نہیں ہوتی اور اقدار اور کردار اہم ہوتے ہیں۔ قانونی معاشرے میں ''ریاستی نظر'' مسلسل اور مستقل ہوتی ہے، اخلاقی کردار غیر اہم اور عوامی ساکھ اہم ہوتی ہے۔

حال ہی میں حقوق نسواں کے تحفظ کے لیے ایک قانون بنایا گیا ہے۔ اس طرح انیسویں صدی کے اوائل سے ہمارے لئے بننے والے جدید قوانین کی طویل فہرست میں ایک اور کا

اضافہ ہوا ہے۔ حقوق بھلے عورتوں کے ہوں بھلے مردوں کے، ان کی حفاظت کے لیے قانون سازی ایک خوش آئند امر ہے۔ لیکن جدید قانون سازی صرف حقوق کے تحفظ کا نام نہیں ہے۔ جدید قانون سازی انسان کے نئے حقوق بناتی ہے یعنی گھڑتی ہے، اور پھر ان نئے حقوق کو طاقت سے تحفظ فراہم کرتی ہے۔ جدید حقوق انسان کے لیے نہیں ہوتے بلکہ انسان حقوق کے لیے ہوتا ہے۔ جدید ریاست کے عطا کردہ حقوق انسانی ایک سانچہ ہیں جن میں عام آدمی کو ڈھال کر شہری بنایا جاتا ہے۔ چیزوں کے نئے نئے ماڈلوں کے ساتھ حقوق کے بھی نئے نئے ماڈل سامنے آتے رہتے ہیں۔ نئے انسانی حقوق طاقت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اقدار سے پیدا نہیں ہوتے۔ جدید معاشروں میں نئے سماجی رشتے پیدا کرنے کے لیے نئے حقوق بنائے جاتے ہیں اور ان کو طاقت سے نافذ کیا جاتا ہے۔ یہ کام بنیادی طور پر معاشی نظام کی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔

مغربی معاشرے میں جدید قانون سازی کا مقصد انسانی حقوق کا تحفظ نہیں تھا، بلکہ مذہب اور مذہبی اخلاقیات کے طے کردہ انسانی اور سماجی رشتوں کا خاتمہ اور نئے انسانی رشتوں کا نفاذ تھا۔ جدید قانون سازی سے ایسے نئے انسانی رشتوں کا تصور سامنے آیا جو سرمایہ داری نظام کے لیے مفید تھے۔ کنبے کا باقی رہنا ہر صورت میں سرمایہ داری نظام کے پیداواری رشتوں کے قطعی خلاف تھا۔ سرمایہ داری نظام کی ضرورت تھی کہ معاشرے میں انسان فرد فرد ہو جائے تاکہ اس کا شکار آسانی سے کیا جاسکے۔ ایک دوسرے سے جڑا ہوا انسان سرمائی داری نظام کو ہرگز قابل قبول نہیں ہوتا۔ سرمایہ داری نظام کا معاشی اصول ہے ''ایک نوکری ایک پیٹ''۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سب سے مؤثر قانون سازی ہے۔ قانون سازی کرتے ہوئے ریاست کے کان اور دھیان سرمائے کی طرف اور نظر لوگوں پر ہوتی ہے۔ قانون سرمائے کے معاشی دباؤ اور ریاستی طاقت کو یک جا کر دیتا ہے اور اس طرح ایک ایسا بلڈوزر بنتا ہے جس کے سامنے ہمالیہ بھی ریت کا ڈھیلا ہے۔ جدید قوانین کی مدد سے مغربی معاشرے میں کنبے کو بالکل ہی مسمار کر دیا گیا اور معاشرہ ریاست میں ضم ہو گیا۔ مغرب میں حقوقِ نسواں کے لیے جتنی بھی قانون سازی کی گئی اس کا مقصد ازدواجی زندگی کا خاتمہ تھا۔ اگر پائیدار ازدواجی زندگی کا خاتمہ ہو جائے تو کنبہ از خود ختم ہو جاتا ہے، اور تمام انسانی رشتے قانونی ہو جاتے ہیں۔ اس ''کارنامے'' سے پورے معاشرے کے سماجی رشتے بدل جاتے ہیں، اور معاشرہ ریاست کا جزو بن جاتا ہے اور مذہب کی جگہ از خود ختم ہو جاتی

ہے۔شادی دو چیزوں کا نام ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔شادی نبھانی ہو تو اخلاقی ہے،توڑنی ہو تو قانونی ہے۔مذہبی معاشرہ اوّل پہلو پر زور دیتا ہے اور جدید سوسائٹی دوسرے پہلو کو اہم سمجھتی ہے۔ازدواجی معاہدے میں قانون سویا رہتا ہے اور شادی توڑنے کے وقت بیدار ہوتا ہے۔معاشرے کے جن طبقات میں شادیاں اچھی چل رہی ہیں وہاں اخلاقی شعور غالب ہے اور شادیوں کے ملبے سے جہاں سوسائٹی بن گئی ہے وہاں ہر وقت حقوق اور قانون کی شقوں پر زور ہوتا ہے۔اگر ازدواجی قانون سازی وافر ہو جائے تو یہ ادارہ ہی ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ مغرب میں ہوا ہے۔مغرب میں ازدواجی قانون سازی اس قدر ہے کہ شادی میں اخلاقی رشتے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔اب بچے پیدا کرنے اور ان کی کفالت کے لیے عورت کو شادی کی ضرورت نہیں اور نہ وہ مرد کی طرف دیکھنے کی محتاج ہے۔اگر خوش طبعی کے لئے عورت مرد شادی کر لیں تو ان کی مرضی، لیکن یہ ضرورت نہیں رہی۔یہ ترقیاتی کامیابی مغربی معاشرے نے ازدواجی قانون سازی کے ذریعے سے ہی حاصل کی ہے اور اس میں اولاد اور والدین کا رشتہ بھی فنا ہو گیا ہے۔

ہمارے مولوی صاحبان کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ جدید دنیا میں قانون سازی سرمائے کی سڑک بنانے کا اسٹیم رولر ہے۔نسوانی حقوق اور ازدواجی قوانین کا بنیادی مقصد ہی کنبے کا خاتمہ تھا جس میں کامیابی اب مکمل ہے۔دنیا میں جہاں جہاں معاشرے مغربی ہوئے ہیں وہاں بھی کنبے کا مکمل خاتمہ ہو گیا ہے۔جدید ریاست کی قانون سازی مذہب کے مطابق یا خلاف نہیں ہوتی۔یہ مولوی صاحبان کی نہایت ہی بڑی خوش فہمی اور غلط فہمی ہے کہ جدید ریاست مذہب کے خلاف کوئی قانون پاس کرتی ہے۔یعنی مولوی صاحبان یہ سمجھتے ہیں کہ جدید ریاست مذہب کو کوئی اہمیت دیتی ہے اس لئے وہ اس کے خلاف قانون بناتی ہے۔اصل بات یہ ہے کہ جدید سیکولر ریاست مذہب کو اتنی اہمیت بھی نہیں دیتی کہ اس کے خلاف قانون بنانے پر وقت ضائع کرے۔جدید قانون سازی معاشرے کو ریاست میں ضم کرنے کے لیے ہوتی ہے اور ضمناً مذہب از خود ختم ہو جاتا ہے۔

ہمارے علماء قانون سازی میں مذہبی اور غیر مذہبی کی بحث اٹھا کر اصل چیزوں سے توجہ ہٹا دیتے ہیں اور اس طرح وہ عین انہی قوتوں کو مضبوط کرتے ہیں جو مذہب کا خاتمہ چاہتی ہیں۔ہمارے علما نے اس نئے قانون سے جو غیر مذہبی پہلو نکالا ہے وہ نہایت مضحکہ خیز ہے۔جدید ریاست مذہب کا از حد احترام کرتی ہے، بالکل ویسے ہی جیسے وہ دہریت یا ہم جنس پرستی یا کلچر وغیرہ

کا بھی ازحد احترام کرتی ہے۔ وہ قانون سازی کرتے وقت مذہب سے چھیڑ چھاڑ میں وقت ضائع نہیں کرتی۔ دراصل مذہب کے نمائندے نہایت نادان لوگ ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نعرے سے کام چل جائے گا۔ نعرے سنتے ہی جدید ریاست اپنی حکمت عملی تبدیل کر لیتی ہے۔ ایجنڈا تبدیل نہیں کرتی، اور وہ قانون سازی سے اس زمین ہی کو ختم کر دیتی ہے جہاں مذہب کا شجر اگتا ہے۔ مذہب کا شجر انسانی معاشرے میں اگتا ہے معاشی قوتوں کی مدد سے جدید قانون سازی معاشرے کو سول سوسائٹی بنا دیتی ہے، اور اس طرح مذہب کا تنا ہی نکل جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس قانون کی چند شقوں کے ردوبدل سے اگر مذہبی طبقے کو خوش کر بھی دیا جائے تو وہ اس معاشی دباؤ کا کیا علاج تجویز فرمائیں گے جو کنبے کو تیزی سے ختم کر رہا ہے؟ ایسا سرمایہ دارانہ نظام جو کنبے ہی کو مٹانے جا رہا ہے کیا وہ تبدیل شدہ قانون کے بعد ''اسلامی'' قرار پائے گا؟ طاقت دراصل کینگرو کی طرح ہوتی ہے اور قانون اس کی جھولی کا بچہ۔ ہمارے علما کی گہری بصیرت یہ کہتی ہے کہ طاقت کے کینگرو سے بکری کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے مولانا حضرات قانون کی بہت بات کرتے ہیں لیکن جو طاقت قانون بناتی ہے اور جس معاشی قوت کو راستہ دینے کے لیے قانون بنایا جاتا ہے، ان کے بارے میں وہ کچھ کہنے کے روادار نہیں، بڑے امام صاحب کے ایک مشہور قول کا عین یہی مطلب ہے کہ سیاسی طاقت اور قانون کا یک منبع، یک استناد اور یک ہدف ہونا لازم ہے۔ اسلامی قانون کی موٹی موٹی شقیں ان پڑھ آدمی کو بھی معلوم ہوتی ہیں، اس کے لیے عالم ہونا ضروری نہیں، ضروری یہ ہے کہ جدید سیاسی اور معاشی طاقت کے نظام کو سمجھنے کے وسائل بھی فراہم کیے جائیں، اور قانون سے اس کا تعلق واضح کیا جائے۔ مذہبی قوانین کی بات اس تجزیے کے بعد ہی بامعنی ہو سکتی ہے۔

اگر ہم مذہب کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں عادلانہ سیاسی اور معاشی نظام کی بات پہلے کرنا ہوگی اور قانون کے بارے میں وعظ کو تھوڑی دیر کے لیے مؤخر کرنا پڑے گا۔ قانون ایک ذیلی اور ضمنی چیز ہے، کیونکہ جیسی سیاسی اور معاشی قوت ہوتی ہے ویسا ہی قانون بناتی ہے۔ ہمیں یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ ہٹلر، سٹالن، بش اور بلیر کی ریاست اگر حدود و تعزیرات کو نافذ کر دے، تو کیا شرعی عدل کے تقاضے پورے ہو جاتے ہیں؟

☆☆☆☆☆

تبصرہ وتعارف کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

1 ایک اسلامی سکول کے خدو خال

مؤلف: ڈاکٹر محمد امین

ناشر: مکتبہ البرہان، لاہور

عصر حاضر میں اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ مغربی تعلیم و تربیت اور تہذیب و ثقافت کی یلغار نے دانشورانِ ملت اسلامیہ کے اندر متاعِ گم گشتہ کا احساسِ زیاں نہ صرف اُجاگر کیا ہے بلکہ اس کی پیش بندی اور فکر اسلامی کے حوالے سے باقاعدہ منصوبے بھی منظر عام پر آ رہے ہیں۔ گزشتہ ماہ رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد میں اسی حوالے سے منعقد ہونے والی بین الاقوامی کانفرنس میں آ ہوئے حرم کی وہ دلدوز صدا جو فیس بک پر بھی آ چکی ہے، قابل ذکر ہے۔ تبصرہ نگار کی مراد پروفیسر ڈاکٹر رانا تنویر قاسم صاحب کا اسلامی مدارس پر وہ جذباتی خطاب ہے جسے سامعین نے بھرپور دادِ تحسین سے نوازا۔

زیر تبصرہ کتابچہ بھی ایسے مضامین کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً 'ماہنامہ البرہان' میں طبع ہوتے رہے اور ان میں تعلیمی اداروں کے قیام وانصرام کے اطلاقی پہلوؤں سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف نظریاتی پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے یعنی جو احباب اسلامی معیاری مدارس بنانا چاہیں ان کے لیے نظریاتی رہنمائی کا سامانِ فراواں موجود ہے۔ خصوصاً ایک معیاری اسلامی سکول اور صحیح اسلامی فکر و کردار کے حصول میں یہ کتابچہ گائیڈ کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ صاحب تصنیف پورے تعلیمی ڈھانچہ کی مؤثر اسلامی تشکیل اور مغربی فکر و تہذیب اور اصول و اقدار سے اجتناب کے قائل

ہیں۔ تعلیمی کتب خانوں کی ناگزیر ضرورت اور اربابِ تعلیم و تعلّم کے لیے ایک رہنما کتابچہ ہے۔

2

دُرَرِ فرائد ترجمہ و شرح جمع الفوائد

مترجم: مولانا عاشق الٰہی میرٹھی

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ

پیش گوئیاں (نبوات) ایسا وسیع و جامع موضوع ہے جس پر دنیا بھر میں کثیر تعداد میں موسوعات، تصنیفات اور جامعاتی سطح پر متعدد زبانوں میں تحقیقات منظر عام پر آچکی ہیں۔ ہر نبی اور ہر صاحب بصیرت نے مختلف زمانوں میں پیش گوئیاں کیں، انبیاء بنی اسرائیل کی پیش گوئیاں ہوں یا دیگر صلحاء کی، بہرحال ان کی تعبیرات کو ان کے متبعین نے حرز جان بنایا خصوصاً رحمت عالم ﷺ کی پیش گوئیوں کو محدثین نے کتاب الفتن، اَشراط الساعہ، ظہور مہدی، خروج دجال، نزولِ عیسیؑ وغیرہ کے عناوین سے مدوّن کیا۔ تاکہ عصری مسائل کے حل میں رہنمائی میسر ہوسکے۔

زیرِ تبصرہ کتاب دراصل چودہ کتب احادیث سے مستغنی بنانے والا مختصر مجموعہ ''جمع الفوائد'' مؤلفہ علامہ محمد بن محمد بن سلیمان رودانی کا بسیط اردو ترجمہ اور شرح ہے۔ جسے مترجم نے 1347ء میں مسجد نبوی میں استخارہ کے بعد آغاز کیا۔ ہر باب کی احادیث کو ترتیب وار نمبر دیے اور دستیاب اردو تراجم و شروح سے بھی مدد لی۔ عربی اسلوب کو اردو کے قالب میں احسن انداز میں ڈھالا۔ جمع الفوائد میں صحاح ستہ کے علاوہ موطا امام مالک، مسند امام احمد بن حنبل، دارمی، مسند ابو یعلی، مسند ابو بکر اور طبرانی کی معجمات ثلاثہ کبیر واوسط وصغیر چودہ کتب احادیث مطبوعات و مخطوطات کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ یعنی اسناد کو حذف اور مکررات کو ترک کر کے جو حدیث ایک کتاب میں کئی جگہ یا کئی کتابوں میں مختلف ابواب میں مذکور ہوئی تھی ایک جگہ لا کر سب کتابوں کے حوالے دے دیے۔ تاکہ معلوم ہو جائے فلاں فلاں کتاب میں یہ حدیث آئی ہے۔ تاہم آخر میں حدیث کے قوی یا ضعیف ہونے کا بھی بیان ہے تاکہ اخلاص وللّٰہیت اور عمل صالح کی ترغیب و تشویق اُجاگر ہوسکے۔ اہل علم و بصیرت کے لیے ایک خوبصورت تصنیف اور کتب خانوں کے ذخیرہ میں اہم اضافہ ہے۔

3

کعبہ میرے آگے

مؤلف: مولانا عبدالقیوم حقانی

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ

ایمانی حلاوتوں سے معمور، پر کیف ہواؤں میں اسفارِ دیارِ محبوب پر مشتمل ایسا مجموعہ مضامین جو حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کے مشاہدات و تاثرات اور مرتب کی عرق ریزی اور سلیقہ سے نذرِ قارئین ہے۔ تاکہ عشق رسول ﷺ کے جذبات کو جلا ملے اور خوابیدہ فکر و آرزو کو بالیدگی نصیب ہو۔ مرزا غالب نے تو کہا تھا: ؎ کعبہ میرے پیچھے ہے تو کلیسا میرے آگے

عہد طفولیت ہی سے مولانا حقانی جیسے عاشق رسول کی دینی غیرت و حمیّت نے اس مصرعہ کو گوارا نہ کیا بلکہ اپنے دل و دماغ پر یوں نقش فرمایا: کعبہ میرے آگے ہے کلیسا میرے پیچھے

کتاب کے سرنامہ کا یہی پس منظر ہے۔ کتاب کے عناوین کی طویل فہرست کا اختصار یہ ہے:

''عرض مرتب، حدیث دل، منظوم تاثرات، پہلا سفر عمرہ، کعبہ عہد آدم سے ابراہیم تک، مدینہ منورہ میں پہلی حاضری، پہلا سفر حج، حجر اسود، والدہ کا سفر حج، سفر خیبر اور آثارِ مدائن صالح کا تذکرہ، سفر عشق و محبت کی روداد، دیارِ حبیب میں، امام شیخ الحذیفی کا خطاب، شیخ امام حرم صالح بن حمید کا خطبہ جمعہ اور اگر آپ ﷺ نہ ہوتے وغیرہ۔''

شعر و ادب سے صاحب تصنیف کے قلبی تعلق نے اسے ادبی شہ پارہ، سیرت و مغازی کا چنیدہ گلدستہ، عاشقانِ رسول ﷺ کا وجد آفرین توشہ اور قارئین کے لیے دلچسپ واقعات کا گنجینہ بنا دیا:

لا کر ستاروں سے پھر کشید ضیا خاک تیرہ کو آسماں کر دے
حسن ترتیل کی نواؤں سے بے زبانوں کو پھر اذاں کر دے

اسلامی مدارس کے کتب خانوں کے لیے نادر تحفہ اور اہل علم و دانش کے لیے کارآمد کتاب ہے۔

اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْز

حسب روایت 2016ء میں بھی

قرآن اکیڈمی جھنگ میں

25روزہ قرآن فہمی کورس کل وقتی

پھر سوئے حرم لے چل

تعطیلاتِ گرما کے دوران

مئی 2016ء اور جولائی 2016ء

13جولائی تا 6/اگست 2016ء

جس میں ترجیحاً انٹر میڈیٹ تعلیم کے حامل طلباء، کاروباری و ملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہوسکتے ہیں تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کرسکیں۔

معلومات کے لیے 20 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر اس تربیتی کورس کا بروشر مفت حاصل کریں یا hikmatbaalgha@yahoo.com پر بروشر کے حصول کے لیے درخواست ای میل کریں

اپنی فرصت کے مطابق بذریعہ فون یا ای میل نام رجسٹر کروائیں

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ

047-7630861-0336-6778561

تاریخ میں رمضان المبارک
کے دوران کے چند اہم واقعات

دورِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

آغازِ نزولِ قرآن مجید 610 عیسوی (بمقام غارِ حرا)

جنگ بدر 17 رمضان 2ھ

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا (اُم المساکین)

سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح، رمضان 4ھ

فتح مکہ مکرمہ 20 رمضان 8ھ

دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم

وفات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا 3 رمضان 11ھ

وفات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا 17 رمضان 58ھ

وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ 21 رمضان 40ھ

فتح سندھ (محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ) 10 رمضان 93ھ

عصر حاضر

قیامِ پاکستان 27 رمضان 1366ھ

(14راگست 1947ء)

مسلمانانِ پاکستان

کو

71 واں یومِ آزادی مبارک

14/ اگست 1947ء کو

27 ویں رمضان المبارک 1366ھ

کی تاریخ تھی

ہم حکمرانوں، پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ کے تمام گروپوں کے اکابرین، سیاسی جماعتوں کے قائدین دانشوروں، علماء کرام، روحانی پیشواؤں اور دردمند خواص وعوام اہل پاکستان سے درخواست کرتے ہیں کہ آئیں مل کر حکومت سے مطالبہ کریں کہ آئندہ ہر سال یومِ آزادیٔ پاکستان سرکاری طور پر

27/ رمضان المبارک

کومنایا جائے۔تاکہ پاکستان کا آئینی اور اسلامی تشخص (نظریۂ پاکستان) بھارت سے الگ اور نمایاں ہوسکے۔

(ادارہ)